بسم اللہ الرحمن الرحیم

رفع الحجاب

عن تشہد اہل الحق واہل الغراب

یعنی

التحیات میں حاضر و ناظر کا ثبوت

از قلم

حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری

ناشر

مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاول پور

رفع الحجاب عن تشہد اہل الحق واہل الغراب

التحیات میں حاضر و ناظر کا

ثبوت

از قلم

حضرت علامہ محمد فیض احمد اُویسی رضوی قادری

ناشر

مکتبہ اُویسیہ رضویہ

ملتان روڈ ـــــــ بہاولپور

نام رسالہ	التحیات میں حاضر وناظر کا ثبوت
مصنف	علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی قادری
ناشر	مکتبہ اویسیہ رضویہ ملتان روڈ بہاول پور
طباعت	آفسٹ
ایڈیشن اول	دسمبر ۱۹۸۴ء
تعداد	ایک ہزار
سائز	۱۸×۲۳/۸
ضخامت	۶۴ صفحات
ٹائیٹل	محمد رفیق رضا ملتان
قیمت	۸/- روپے

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رفع الحجاب

عن تشہد اہل الحق واہل الغراب

نشہد ان لا الہ الا ھو المعبود رفیع الشان تنجینا یوم القیامۃ عن عذاب المیزان ھو الذی خلق الانسان وعلمہ البیان والصلوٰۃ والسلام الاتمان علیٰ من شہد برسالتہ الانس والجان فان سیدنا محمدؐ العالم مایکون وماکان باذن ربہٖ المستعان وعلیٰ آلہٖ واصحابہ المحققین المختققین بالعلم والعرفان

امابعد! فقیر ابوالصالح محمد فیض احمد اویسی غفرلہٗ کے سامنے تشہد کا مسئلہ پیش ہوا، جس میں فریق مخالف کی کھینچا تانی سے عوام میں اضطراب تھا کہ نماز جو معراج المومنین کا درجہ لے کر آئی ہے اور تشہد جو نماز کا ایک اہم مقام ہے۔ اس میں "السلام علیک ایہا النبی" کہنے میں مخالف کا خیال ہے کہ حضور علیہ السلام کو بھی اپنا مخاطب سمجھ کر سلام پیش نہ کیا جائے بلکہ یہ تصور ہو کہ میرا سلام ملائکہ کے ذریعے پیش ہو جائے گا۔ چونکہ حضور علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے شب معراج اسی طرح مخاطب

فرمایا تھا۔ بنابریں اس واقعہ کی حکایت سمجھ کر السلام علیک الخ کہا جائے چنانچہ دیوبندیوں کے کسی ایک ملّا کی کتاب "آنکھوں کی ٹھنڈک" میں اس مسئلہ پر بڑا زور دیا گیا ہے اور فقیر آگے چل کر اس کے زور بازو کو نہ صرف توڑ کر رکھ دے گا بلکہ اڑتی ہوئی غبار سے بھی ذلیل کر کے ملیامیٹ کر دے گا۔ کہ جس کے بعد اس بے چارے کو قلم اٹھانے کی حس و حرکت نہ رہے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ

اہلسنت کا عقیدہ

یہ ہے کہ نماز میں یہی تصور ہو کہ چوں کہ خدا کے محبوب مدنی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح نماز ادا فرمائی تھی اور میں انہی کے نقش قدم پر چل رہا ہوں۔ نماز ادا کر رہا ہوں اور پھر جب تشہد میں "السلام علیک ایہا النبی" پر پہنچے تو حضور علیہ السلام کو حاضر جان کر عرض کرے "اے اللہ کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام غلام کا سلام بھی قبول فرما لیجئے۔ اگر ایسے تصور کا منکر ہے تو بے دین ہے۔ اگر غفلت میں پڑھ رہا ہے تو نماز تو ہو ہی جائے گی اور ثواب بھی ضرور ملے گا۔ لیکن نماز کی حقیقت اور لذت و روحانیت سے محروم رہے گا

متقدمین کا عقیدہ اور ان کی فہرست

المیزان الکبریٰ میں امام شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں۔

سمعت علی الخواص رحمہ اللہ تعالیٰ یقول انما امر الشارع المصلی بالصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فی	میں نے سیدی علی خواص رحمہ اللہ سے سنا۔ وہ فرماتے تھے کہ شارع حقیقی نے قعدہ میں نماز میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ والسلام پڑھنے کا حکم صرف

التشهد ينبه الغافلين فى جلوسهم بين يدى الله عز وجل على شهود بينهم فى تلك الحضرة فانه لا يفارق حضرة الله ابداً فيخاطبونه بالسلام مشا (صـ ۱۲۵ / ۱۳۰ م مصر)

اس لیئے دیا کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں بیٹھنے والے غافلوں کو اس بات پر تنبیہ ہو کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں اس بارگاہ میں اُن کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں۔ اس لیئے کہ وہ بارگاہِ خداوندی سے کبھی جُدا نہیں ہوتے۔ پس نمازی حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو سلام عرض کرتے ہیں۔

ف امام شعرانی رحمہ اللہ نے وہابیوں دیوبندیوں کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے کہ کہتے ہیں کہ "السلام علیك ایها النبی" کہتے وقت حضور کی خیالی صورت ہوتی ہے اسے کورِ باطنی کہا جائے یا ہٹ دھرمی کہ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے مسلّم بزرگ نے کیسے صاف اور صریح الفاظ میں فرمایا

"شهود بينهم فى تلك الحضرة"

حضور علیہ السلام کی بارگاہِ ایزدی میں جلوہ گری

"فانه لا يفارق حضرة الله ابداً"

حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے کسی وقت بھی جُدا نہیں ہوتے

فيخاطبونه بالسلام مشافهة

نمازی حضور علیہ السلام کے روبرو سلام عرض کرتے ہیں۔

یہ تینوں جملے وہابیت، دیوبندیت کی شرم وحیا کی ناک کاٹ رہے ہیں۔ خصوصاً جملہ ثانیہ تو مسئلہ حاضر و ناظر کی ایسی وضاحت کر رہا ہے۔ کہ جس میں کسی ذی شعور کو انکار کی گنجائش نہیں رہتی۔

• مولانا عبدالحلیم لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ نورالایمان بزیارۃ حبیب الرحمٰن میں لکھتے ہیں۔

ویحتمل ان یقال علی طریق اهل المعرفة ان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم فی حریم الحی الذی لا یموت فقرت اعینهم بالمناجات فنبهوا علی ان ذالک بواسطه نبی الرحمة وبرکته متابعة فالتفتوا فاذا الحبیب فی حرم الملک الحبیب حاضر واقبلوا علیه قائلین السلام علیک ایها النبی

اہل معرفت کے طریق پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ نمازیوں نے جب التحیات کے ساتھ ملکوت کا دروازہ کھلوایا تو انہیں بھی لایموت کی بارگاہ میں اجازت مل گئی فرحت مناجات سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں تو انہیں متنبہ کیا گیا کہ سب کچھ صدقہ ہے نبی رحمت للعلمین کا اور اُن کی تابع فرمانی کی برکت ہے انہوں نے خبردار ہوتے ہی نظر اُٹھائی تو ملک حبیب کی بارگاہ میں حبیب کو حاضر پایا تو فوراً السلام علیک ایہا النبی کہتے ہوئے اُن کی طرف متوجہ ہوئے

مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم اوپر والی تمام عبارت لکھ کر سعایہ ج ۲ ص ۲۲۷، ۲۲۸ میں لکھتے ہیں کہ

السر فی خطاب التشهد ان الحقیقة المحمدیة کانها ساریة فی کل وجودة وحاضرة فی باطن کل عبد وانکشاف هذالحالة علی الوجه الاتم فی حالة الصلوٰة فحصل محل الخطاب و

خطاب تشہد (التحیات) میں السلام علیک (الخ) کہنے کا راز یہ ہے کہ حقیقت محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری اور ہر بندہ کے باطن میں حاضر و موجود ہے۔ اس حالت کا پورا انکشاف بحالت نماز ہو

وقال بعض اهل المعرفة ان العبد لما تشرف ثناء الله . فکان فی حریم الحرم الالٰہی ونور بصیرۃ ووجد الحبیب فاقبل علیہ وقال السلام علیک ایہا النبی (الخ)

ہے لہٰذا محل خطاب حاصل ہوگیا اور بعض اہل معرفت نے فرمایا کہ بندہ جب ثناء الٰہی سے مشرف ہوا تو اُس کو حرم الٰہی کے حریم میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ اور اُس کی بصیرت کو خوب روشن کیا گیا حتیٰ کہ اُس نے حرم حبیب میں حبیب کو حاضر پایا فوراً اُن کی طرف متوجہ ہوا۔ اور عرض کی السلام علیک ایہا النبی (الخ)

ف مولوی عبدالحی لکھنوی مرحوم کی علمیت اور قابلیت دیوبندیوں پر بھی سوار ہے لیکن اب بے چارے مولوی عبدالحی مرحوم کو گالیاں دیتے ہونگے کہ اُنہوں نے سنیوں کی نہ صرف تشہد کے مسئلہ میں حمایت کی بلکہ

ان الحقیقۃ المحمدیۃ کانہا ساریۃ فی کل وجود وحاضر فی باطن کل عبد

یعنی حقیقت محمدیہ ہر وجود میں جاری و ساری ہے اور ہر عبد کے باطن میں حاضر ہے۔

لکھ کر دیوبندیوں کا بیڑا ہی غرق کر دیا۔

شاہ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات صہ ۱/۲۴ میں فرماتے ہیں۔

و نیز آں حضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصاً

اور حضور علیہ السلام ہمیشہ مومنوں کا نصب العین اور عابدوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں تمام احوال و اوقات میں خصوصاً

در حالت عبادت و آخر آن کہ وجودِ نورانیت و انکشاف در ایں احوال بشیتر و قوی تر است و بعضے از عرفاء گفتہ اند کہ ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است در ذرائر موجودات و افراد ممکنات پس آنحضرت در ذوات مصلیاں موجود و حاضر است ، پس مصلی را باید کہ ازیں معنے آگاہ باید و ازیں شہود غافل نبود تا بانوار قرب و اسرارِ معرفت متنور و فائز گردد ؎

حالتِ عبادت میں نورانیت و انکشاف کا وجود اِس مقام میں بہت زیادہ اور قوی ہوتا ہے اور بعض عرفاء نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب اِس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ تمام موجودات کے ذرات اور افراد ممکنات میں جاری و ساری ہے۔ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نمازیوں کی ذات میں موجود و حاضر ہیں۔ لہٰذا نمازی کو چاہیے کہ اِس معنے سے آگاہ رہے اور حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حاضر ہونے سے غافل نہ ہو تاکہ انوار قرب اور اسرار معرفت سے روشن اور فیض یاب ہو

- تیسیر القاری شرح بخاری جلد ۱ ص ۱۶۲/۱۷۱ میں بھی یہی عبارت موجود ہے

وہابیوں کے پیشوا کیا کہتے ہیں

؎ شیخ صاحب کا فیصلہ تو یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر ماننا اللہ والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے لیکن دیوبندیوں نے اُلٹا چکر چلایا کہ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر نہ ماننا آنکھوں کی ٹھنڈک ہے برعکس نام نہند زنگی کافور والی بات ہے۔ ہاں اگر ٹھنڈک کی بجائے اندھک کہا جائے تو زیادہ موزوں ہوتا تاکہ مبنی برحقیقت ہوگا۔

وہابیوں کے مسلم مولوی صدیق حسن بھوپالی کی بھی سن لیں۔ کہ اس نے مذکورہ بالا پوری عبارت مسک الختام شرح بلوغ المرام صہ۲۴۲ نقل کر کے آخر میں ایک راز کی بات بھی بتاتے ہیں۔ کہ

در رہِ عشق مرحلۂ قرب بُعد نیست
مے بینمت عیاں و دُعامے فرستمت

یعنی عشق کے رہ میں قُرب وبعد کی کوئی قید نہیں۔ میں آپ کو آنکھوں سے دیکھ کر دُعا (سلام) عرض کرتا ہوں

ف وہابیوں کے مقتداء اور مسلم بزرگ نے نہ صرف مسئلہ التحیات میں سنیوں کی طرفداری کی بلکہ مسئلہ حاضر و ناظر کو می بینمت عیاں (میں تجھے اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہوں) سے واضح کرتے ہوئے حاضر و ناظر کو سمجھنے کا طریقہ بتلایا۔ کہ عاشق رسول (سنی) بن جاؤ پھر دیکھو مسئلہ حاضر و ناظر سمجھ آتا ہے یا نہیں

لیکن وہابی اور عشقِ رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ دو نقیضین ہیں جن کا اجتماع محال ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھوپالی صاحب وہابی ہوکر پھر درسِ عشق کیوں دیتے ہیں۔ یہاں اجتماع نقیضین نہیں۔

جواباً عرض ہے کہ دینا درس کا اور بات ہے اور اس پر کاربند رہنا اور بات ہے اگر اس کلیہ سے کوئی وہابی منکر ہو تو پھر میں کہوں گا کہ بھوپالی صاحب آخری عمر میں مسلمان ہو گئے تھے۔ یعنی اپنے عقائد فاسدہ سے تائب ہو گئے

کذا قال الشاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ تعالیٰ کذا فی ارشاد رحمانی صہ۵۵

وہابی مسلک کی ایک اور مستند کتاب عون المعبود (صہ۲۶۵ ج۱) کی سنیئے۔

فان قیل کیف شرع ھذا اللفظ وھو خطاب لبشر مع کونہ منہیاً	اگر سوال پیدا ہو کہ السلام علیک کیسے جائز ہے تو اس کا جواب

عنه فی الصلٰوۃ فالجواب ان ذالك من خصائصه صلے اللہ علیه وسلم

یہ ہے کہ یہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی خصوصیات سے ہے۔

ف نماز میں سلام حاضر کو نہ ہونا مطلوب ہوتا تو سوال پیدا ہونا بے سود ہے وہابیوں کو اس سوال کی اس وقت سوجھی ہے کہ نماز میں حضور علیہ السلام کو حاضر سمجھ کر سلام عرض کرے۔ اگرچہ وہابی اس کو نہ مانیں گے لیکن ہم تو مان گئے کہ "الکذوب قد یصدق" جھوٹا کبھی سچ بول دیتا ہے

محدّثین و شارحین کے قلم سے

• امام قسطلانی شارح بخاری مواہب لدنیہ ص۲۴۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ومنها ان المصلی یخاطبه بقول السلام ایها النبی ولا یخاطب غیرہ

حضور علیہ السّلام کے خصائص سے ہے کہ نمازی نماز میں حضور علیہ السّلام کو خطاب کرتا ہے۔ لیکن آپ کے سوا اور کسی کو سلام نہیں کر سکتا۔

• حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب "فتح الباری شرح بخاری" ص۲۵۰ ج ۲ میں فرماتے ہیں۔

ویحتمل ان یقال علی طریق اهل العرفان المصلین لما استفتحوا باب الملکوت بالتحیات اذن لهم بالدخول فی حریم الحی الذی لا

اس عبارت کا ترجمہ حوالہ نمبر ۲ میں ملاحظہ فرمائیں۔

يمرت فقرت اعينهم بالمناجات منبهوا على ذالك بوسطة نبی الرحمة وبركة متابعة فاذالحبيب فی حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عليك ايها النبی (الخ)

ف تقریباً اسی طرح تمام شروح بخاری و دیگر شروح صحاح ستہ میں ہے اختصار کو ملحوظ رکھ کر کتب ذیل کے اسماء و حوالہ صفحات پر اکتفا کیا جاتا ہے

ا:۔ عمدۃ القاری شرح بخاری صـ ۱۱۱ ج ۶

ب:۔ زرقانی شرح مؤطا امام مالک صـ ۱۷۱ ج ۱

ج:۔ مواہب لدنیہ امام قسطلانی شارح بخاری صـ ۲۳۰ ج ۲

د:۔ زرقانی شرح مواہب لدنیہ صـ ۲۹-۳۲۰ ج ۷

اور دیوبندیوں کے اکابر نے بھی اپنی تصانیف میں مذکورہ بالا عبارت نقل کیں صرف یہاں پر دو حوالوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔

۱۔ مولوی شبیر احمد عثمانی فتح الملہم صـ ۴۳ ج ۲

۲ مولوی محمد زکریا سہارنپوری اوجز المسالک صـ ۲۶۵ ج ۱

ف لیکن افسوس ہے کہ ان لوگوں نے باوجود عبارت کی صراحت کے اقرار کے حاضر ہونے کا انکار کر دیا[1]

فقہائے اسلام و مفتیان عظام

درمختار میں ہے صـ ۴۷۶ ج ۱

ويقصد بالفاظ التشهد معانيها مرادة له على وجه الانشاء كانه يحيى الله تعالى ويسلم على نبيه وعلى نفسه واولياء

---

[1] انکار کی صریح عبارات آئندہ لکھی جائیں گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

الاخبار عن ذالك ذکرہ فی المجتبیٰ وظاھرہ ان ضمیر (علینا)
للحاضرین لاحکایۃ سلام اللہ تعالیٰ

نمازی الفاظ تشہد سے اس معنے کا قصد کرے جو اُس کی مُراد ہیں۔ اور یہ قصد علیٰ وجہ الانشاء ہو، گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تحفے پیش کر رہا ہے اور اپنے نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اور خود اپنی ذات اور اللہ کے ولیوں پر سلام پیش کر رہا ہے اخبار اور حکایت کی نیت ہرگز نہ کرے اُسے مجتبیٰ (کتاب) میں ذکر کیا ہے اور اُس کا ظاہر مفہوم یہ ہے کہ (علینا) کی ضمیر تمام حاضرین کے لیئے ہے۔ سلام تشہد بہ نیت انشاء کہا جائے اللہ تعالیٰ کے سلام کی نقل وحکایت کا ارادہ نہ ہو۔

اسی کے حاشیہ پر علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ ۲۷۴/۱ میں فرماتے ہیں کہ

قولہ لا الاخبار عن ذالک لا یقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ صلے اللہ علیہ وسلم وعن اللہ سبحانہٗ ومن ملائکۃ علیھم السلام	مصنّف کا قول لا الاخبار عن ذالک کے معنے یہ ہے کہ نمازی تشہد میں اِس واقعہ کی نقل وحکایت کا ارادہ نہ کرے جو معراج میں حضور علیہ السلام، اللہ تعالیٰ اور ملائکہ سے ہُوا تھا۔

مسلمانانِ ہند کے جید اور مستند فقہا کی محنت کا نچوڑ فتاویٰ عالمگیری ص ۲۷/۱ میں ہے

ولا بد من ان یقصد بالفاظ التشھد معانیھا التی وضعت لھا من عندہٗ کانہ یحیی اللہ تعالیٰ ویسلم علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وعلی	نمازی کے لیئے اپنی طرف سے الفاظ تشہد کے معانی موضوعہ کا مراد لینا اور اُن کا قصد کرنا ضروری ہے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کو تحفے پیش کر رہا ہے اور حضور علیہ السلام

لنفسہ واولیاء اللہ تعالیٰ کذا فی الزاہدی

اور اپنی ذات پر اور اولیاء کرام پر سلام عرض کر رہا ہے۔

الدر المنتقی شرح الملتقی ص۱۰۰ ج ا میں ہے۔

لابدان لیقصد بالفاظ التشہد الانشاء

الفاظ تشہد سے انشاء کا قصد کرنا ضروری و لازمی ہے۔

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح ص۱۵۵ میں مذکورہ بالا عبارت لکھ کر مرجوح اقوال کی تردید کرتے ہوئے لکھتے ہیں

خلافا لما قاله بعضهم انه حكاية سلام الله لا ابتداء سلام من المصلی

نمازی کی یہ نیت انشاء سلام میں اس قول کے خلاف ہونی چاہیئے کہ جو بعض لوگوں نے کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سلام کی حکایت ہو نمازی اپنی طرف سے ابتداء سلام کی نیت نہ کرے

جس طرح محدثین کے اقوال میں دیوبندیوں کے اکابر کو شہادت میں پیش کیا گیا ہے اسی طرح فقہا کرام کی عبارتوں میں بھی ان کے ایک اور پیشوا کی سنیئے جو اُس نے اوجز المسالک شرح مؤطاء امام مالک ص۲۶۵ ج۱ میں لکھا ہے کہ

وعلى هذا التوجيه فالكاف ابقاء للحكاية على اصلها و لكن ينبغى ان يقصد بكلامه هذا حينئذٍ الانشاء لا مجرد الحكاية قال الشامی و يقصد بالفاظ التشهد (الى ان قال) فعلم بهذا ان للمشائخ فی

اس توجیہ پر کاف خطاب حکایت کو اُس کی اصل پر باقی رکھنے کیلئے ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ اُس وقت نمازی اِن الفاظ سے انشاء سلام کا قصد کرے مجرد حکایت کا ارادہ ہرگز نہ ہو۔ علامہ شامی نے کہا۔ (اُن کی عبارت و ترجمہ حوالہ ۲ دیکھا

توجیه الخطاب ثلثة اقوال مجرد الاتباع وکون الحبیب فی حریم الحبیب وحکایة ما فی المعراج علی طریق الانشاء

اِس قول کی کہ خطاب کی توجیہ میں مشائخ کے اقوال) تین قسمیں ہیں۔ ۱. مجرد اتباع ۲. حبیب کا حرم حبیب میں حاضر ہونا۔ ۳. انشاء کے طریق پر واقعہ معراج کی حکایت کرنا

ف اتنے بڑے محدثین کرام و مفتیانِ عظام اور خود دیوبندیوں کے اکابر کی تصریحات کے باوجود یہ کہنا لکھنا کہ بزرگانِ دین یہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج پر تشریف لے گئے اور آپ نے وہاں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی کہ تمام زبانی بدنی اور مالی عبادتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے مخصوص ہیں۔ التحیات للّٰہ والصلوات الخ تو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا السلام علیك ایّها النبی

سلامتی ہو تجھ پر اے نبیؐ

چونکہ اُس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضر تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کیا تھا اِسی لئے آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امّت اور صحابہ کے لئے تعلیم دیتے وقت صرف خطاب کو جس طرح کہ آپ نے اللہ تعالیٰ سے سُنا تھا برقرار رکھا[1] اِس کا جواب آئندہ اوراق میں ملاحظہ ہو

تتمہ

گذشتہ عبارات و ابحاث سے مندرجہ ذیل مسائل حاصل ہوئے۔

۱ حضور سرور کائنات صلے اللہ (صلے اللہ) علیہ وآلہ وسلم کا نور اقدس ذرہ ذرہ کائنات میں جلوہ گر ہے۔

[1] آنکھوں کی ٹھنڈک

۲ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حریم میں موجود و حاضر ہوتے ہیں۔

۳ نمازی خواہ کہیں ہو اور کسی وقت میں بھی نماز ادا کرے تشہد کے وقت حریمِ حق میں پہنچنے کا شرف پاتا ہے اور اپنے آقا و مولیٰ جناب نبی کریم صاحبِ خلقِ عظیم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سامنے جلوہ گر پاکر السلام علیک ایہا النبی عرض کرنے کی نعمت سے بہرہ ور ہو جاتا ہے

ف مذکورہ بالا باتوں کو تسلیم کرنے کے بعد وہ کونسا بدبخت ہوگا جو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حاضر و ناظر نہ ماننے پر بضد رہے جب کہ آپ کا نور عالمِ کائنات میں جلوہ گر رہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے حریمِ خاص میں آپ ہر وقت حاضر و موجود رہتے ہیں۔ تو حریمِ حق کسی زمان یا مکان کی محتاج نہیں۔ جس سے یقیناً اور لازماً ثابت ہوا کہ حضور ہر وقت اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

یا تو منکرین ثابت کریں کہ حضور علیہ السلام خالق کے حریم (حق) سے دور ہیں یا مان جائیں کہ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں۔ یا تیسری بات کا اعلان کریں۔ کہ سلف صالحین مقتدر علماء کرام کی تصریحات مذکورہ مبنی بر شرک ہیں۔

دیکھئے اب دیوبندیوں میں کون مردِ میدان ہے جو مذکورہ باتوں میں سے کسی ایک کا اعلان کرتا ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

نکتہ نماز میں ہر بشر سے بات کرنا، السلام علیکم کہنا مفسد نماز ہے خواہ وہ غوث وقت ہی کیوں نہ ہو لیکن نماز میں حضور علیہ السلام کو نہ صرف السلام علیک عرض کرنا جائز ہے بلکہ واجب ہے۔

اصل وجہ یہ ہے کہ کسی ایک بشر کو نماز میں السلام علیک کہنے سے بارگاہ حق سے اعراض آتا ہے اور حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بارگاہ حق میں ایسے محو ہیں کہ ان کو السلام علیک کہنے سے رُو گردانی کا احتمال نہیں رہتا

بلکہ جو بھی السلام علیک کہنے سے اعراض کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کی نماز کو اُس کے مُنہ پر مارے گا۔ خواہ اُس کی نماز میں خشوع و خضوع و قرأت وقیام اور رکوع و سجود میں خواہ کتنا ہی حلاوت کیوں نہ ہو۔

اِس سے مُنکرین آنکھیں کھولیں یا بند کریں اُن کے دِل ٹھنڈے ہوں یا جل جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نرالی شان بخشی ہے کہ جہاں ہماری عقول فہم و ادراک کا پہنچنا دائرہ امکان سے خالی ہے۔ ؎

لیکن دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

؎ از خدا جوئیم توفیق ادب
بے ادب محروم ماند از فضل رب

اعتراض ۔ شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اگر گویند کہ خطاب حاضر را بود و آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم دراں مقام نہ حاضر است۔ پس توجیہ ایں خطاب چہ باشد۔ جوابش آں است کہ چوں ورودِ ایں کلمہ دراصل یعنی در شب معراج بصیغۂ خطاب بود و دیگر تغیرش نداوند و برہماں اصل گزاشتند۔

(مکتوبات حضرت شیخ برحاشیہ اخبار الاخیار ص ۳۱۶)

اگر کہیں کہ خطاب تو حاضر کو ہوتا ہے اور آپ اِس مقام میں حاضر نہیں ہیں۔ تو اِس خطاب کی توجیہ کیا ہوگی۔ جواب اُس کا یہ ہے کہ یہ کلمہ دراصل شب معراج میں بصیغۂ خطاب وارد ہوا ہے اور اِس کو اِسی پر برقرار رکھا گیا ہے۔ اور اِس میں تغیر نہ کیا گیا۔

جواب ۔ " آنکھوں کی ٹھنڈک " میں یہ عبارت اپنے دعویٰ میں پیش کی گئی

مخالف نے خیانت سے کام لیا ہے حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جہاں مذکورہ عبارت تحریر فرمائی وہاں (دو تین سطر چھوڑ کر) یہ بھی لکھا ہے۔

و بعضے از عرفا از ارباب تحقیق گفتہ اند کہ آنحضرت باعتبار سریان حقیقت وے صلی اللہ علیہ وسلم در ذرائر موجودات واحاطۂ ذات بابرکات وے بسائر ممکنات در ذات مصلی حاضر وشاهد است در ود بصیغۂ خطاب درحقیقت بملاحظۂ آنحضور وشہود است صلے اللہ علیک یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الرسالۃ الثامنۃ و الثلاثون موسوم بتحصیل البرکات بیان معنے التحیات برأخبار الاخیار ص۲۱۶ مطبوع مجتبائی دہلی

بعض عرفاء محققین کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی حقیقت کے اعتبار سے کائنات کے ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔ اور تمام ممکنات کو محیط اور نمازی کی ذات میں موجود ہیں۔ درود میں صیغہ خطاب کا بھی یہی راز ہے کہ آپ حاضر وناظر ہیں۔

اس عبارت میں حضور علیہ السلام کے حاضر وناظر ماننے اور التحیات میں سامنے جان کر سلام پیش کرنے میں اختلاف کا پہلو رہتا ہی نہیں۔

سوال شاہ صاحب نے دو متضاد عبارتوں کو کیوں نقل کر دیا

جواب شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس رسالہ میں التحیات کے مختلف اقوال کو جمع کیا۔ راجح مرجوح کو بیان نہیں فرمایا۔ مثلاً وہ بھی نقل کیا ہے جس میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے السلام علیک ایہا النبی کی بجائے

السلام علی النبی پڑھنا شروع کر دیا۔ حالانکہ یہ قول مرجوح ہے باقی رہا شیخ صاحب کا ترجیحی پہلو تو وہ اُن کی تصانیف بتاتی ہیں کہ اُن کے نزدیک راجح قول یہی ہے کہ " التحیات میں حضور علیہ السلام کو حاضر وناظر جان کر سلام عرض کرے چنانچہ اشعۃ اللمعات اور رسالہ ھذا کی عبارت مذکورہ سے واضح ہوتا ہے

سوال

شاہ صاحب کی پہلی عبارت کو مرجوح اور عبارت ثانیہ کو راجح قرار دینا ترجیح بلا مرجح ہے۔

جواب

ترجیح بلا مرجح نہیں بلکہ ہمارے پاس پہلی عبارت کے مرجوح ہونے پر فقہاء کرام کی تصریحات موجود ہیں۔ کما صرح بہ مراقی الفلاح ص۱۵۵ و بحرالرائق ج ۱ ص۳۴۲

اور قاعدہ ہے کہ مرجوح اقوال پہلے اور راجح بعد کو ہوا کرتے ہیں۔ اور شیخ صاحب نے عبارت اوّل کو بلا اسناد ذکر کیا اور عبارت ثانیہ میں فرمایا بعضے عرفاء از محققین گفتہ اند کہاں مجہول الاسناد اور کہاں عارفین اور محققین

بیں تفاوتے است از کجا یکجا۔

اعتراض

یہی بات متعدد کتابوں میں مذکور ہے کہ شب معراج میں یہ خطاب ہُوا تھا اور اِس کو برقرار رکھا گیا۔ مثلاً ملاحظہ ہو۔ ملّا علی قاری ص۶۵ ج۱ و بحرالرائق ص۳۲۲ ج ۱ وغیرہ (آنکھوں کی ٹھنڈک ص۱۳۲)

جواب

مخالفین کی خیانت کا بھانڈا جورا ہے پر اُس وقت پھوٹتا ہے جبکہ اُن کے پیش کردہ حوالہ جات کے اصل کو دیکھا جائے

ے میرے ہاں ص۳۴۳ ج۱ ہے اور مولوی نے یا بدحواسی سے ص۳۲۲ ج۱ لکھا ہے یا کاتب کی غلطی سے ایسے ہی لکھا گیا ہے۔

ل اِس کی پوری عبارت حوالہ ص۲۱ میں دیکھئے اور بحرالرائق کی عبارت اِسی صفحہ کے بعد میں

جیسا کہ گذشتہ حوالہ سے ناظرین نے ملاحظہ فرمایا اب معترض کی چالاکی و عیاری کو تو دیکھئے کہ عوام پر متعدد کتابوں کا نام سُنا کر رعب ڈالا کہ معاذاللہ تمام سلف صالحین اُس کی جماعت کی طرح گستاخ و بے ادب تھے۔ اور پھر صرف دو کتابوں کا نام لیا اور عبارت نقل کرنے سے کنی کترائی۔ کاش ان کتابوں کی عبارت پوری نقل کرتا۔ لیکن اُس نے بزعم خویش سمجھا کہ جو کچھ لکھوں گا، لوگ اُسے آنکھوں کی ٹھنڈک سمجھ لیں گے۔ اُسے خبر نہیں کہ سرکار مدینہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے غلام اُس کی نبوت دشمنی کے قصور کو کبھی معاف نہیں کریں گے۔ مرقات کے حوالہ کی طرح بحرالرائق کے حوالہ کو ازمائیے فقیر بحرالرائق کی پوری عبارت نقل کر کے ناظرین سے انصاف کا منتظر ہے

وانما ذکرنا بعض معانی التشہد لما ان المصلی یقصد بھذا الالفاظ معانیھا مرادۃ له علی وجه الانشاء منه کما صرح به فی المجتبی بقوله ولابد من ان یقصد بالفاظ التشھد معناھا التی وضعت له عنده کانه یحیی الله ویسلم علی النبی صلے الله علیه وسلم وعلی نفسه واولیائه وعلی ھذا فی الضمیر فی قوله السلام علینا عائد الی الحاضرین من	بے شک ہم نے تشہد کے بعض معانی کا ذکر اِس لیئے کیا ہے کہ نمازی اِن الفاظ سے اِن کی اصلی مراد لے گا۔ بطریق اِنشاء کے۔ جیسے مجتبٰی میں تصریح کی ہے اور اِس نے کہا کہ نمازی کے لیئے ضروری ہے کہ وہ اِن الفاظ سے وہی معنے مراد لے کہ جس کے لیئے وہ وضع کیئے گئے ہیں گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور اُس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہو کر اپنی تحیات اور صلوٰۃ وسلام پیش کرتا ہے

الامام والمأموم والملائكة كما نقله فی الغاية عن النووی واستحسنه ولهٰذا یضعف ما ذکره فی السراج الوهاج انه قول السلام علیك ایها النبی حکایة سلام اللہ علیه لا ابتداء سلام من المصلی علیه

بحرالرائق ص۳۲۲ ج۱ مطبوعہ مصر

اسی طرح اپنے لیئے اور دوسرے بندوں کے لیئے اِس اعتبار سے و علینا کی ضمیر موجود امام اور حاضر جماعت کے لیئے ہوگی خواہ وہ فرشتے بھی جیسا کہ غایہ میں امام نووی سے منقول ہے اِس قول کو مستحسن فرمایا اور اِس کے سوا دوسرا قول ضعیف ہے جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ التحیات میں حکایت مقصود ہے۔

ف ظلم نہیں تو اور کیا ہے کہ صاحب بحرالرائق رحمہ اللہ تعالیٰ پر مخالف نے بہتان تراشا ہے کہ التحیات میں "السلام علیك ایها النبی" پڑھتے وقت حضور علیہ السلام کو حاضر سمجھے اور پھر جس قول کا خصم مدعی ہے اُسے یضعف کہہ کر خصم کی تمام تمناؤں کو خاک میں ملا رہا ہے افسوس کہ نبی دشمنی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے لیکن دیوبندیوں نے نبوت سے عداوت کی تمام حدیں توڑ دیں (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ

جس طرح صاحب بحرالرائق رحمہ اللہ پر مخالف نے بہتان تراشا ہے اِسی طرح ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ پر سراسر بہتان ہے۔ مخالف پر لازم تھا کہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کی پوری عبارت نقل کرتا لیکن اُسے یقین تھا کہ اگر پوری عبارت نقل کروں گا تو میرا عیب کھل جائے گا۔ فقیر اب خود ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری کی مرقات شرح مشکوٰۃ سے پوری عبارت نقل کر رہا ہے

وجواز الخطاب من خصوصیاته علیه السلام ولو قال لغیره السلام علیك

نماز میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کرنا آپؐ کے خصوصیات سے ہے

بطلت صلوٰۃ (مرقات)

اگر آپؐ کے سوا کسی اور کو نماز میں مخاطب کیا جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

بتائیے ملّا علی قاری رحمہ اللہ تو اس خطاب کو حضور علیہ السلام کی خصوصیات سے بتا رہے ہیں بقول شما اگر یہ قول حکائی ہے تو پھر خصوصیت کیسی۔ کیونکہ حکایت میں خصوصیت نہیں ہوتی چنانچہ قرآن مجید میں یا عیسیٰ یا موسیٰ یا یحییٰ وغیرہ حکایتؔ پڑھا جاتا ہے۔ اگر حضور علیہ السلام کا خطاب بھی حکایت ہے۔ تو پھر خصوصیت کے کیا معنی۔ حالانکہ خصوصیت کا قول تمام محدثین وفقہا کرام نے نقل فرمایا۔ (مواہب لدنیہ) میں ہے۔

إن المصلى يخاطبهٗ بقوله السلام عليك ايها النبى والصلوٰة صحيحة ولا يخاطب غيره۔

تحقیق نمازی اپنے السلام علیک ایہا النبی کے قول سے نماز میں حضورؐ کو صحیح مخاطب کرتا ہے۔ اور وہ حضورؐ کے علاوہ کسی دوسرے کو مخاطب نہیں کرتا

اسی طرح زرقانی شرح مواہب میں ہے۔

فان قيل كيف شرع هذا اللفظ وهو خطاب لبشر مع انه منهى عنه فى الصلوٰة فالجواب ان ذالك من خصائصه صلے الله عليه وسلم

اگر کوئی اعتراض کرے کہ نماز میں یہ لفظ کیسے جائز ہے کیونکہ یہ تو بشر سے خطاب کرتا ہے اور وہ نماز میں ناجائز ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے۔

اسی طرح فتح الباری، الخصائص الکبریٰ للسیوطی و دیگر کتب میں ہے۔

فائدہ التحیات کو معراج شریف کی حکایت سے سمجھنا چند وجوہ سے باطل ہے

۱۔ محکی عنہ یعنے معراج کی رات ایسا ہونا بسند صحیح ثابت نہیں[ﮧ] اگر روایات ضعیفہ سے ہو تو وہ دعویٰ میں پیش نہیں ہوسکتیں

۲۔ حضور نبی علیہ السلام یا صحابہ کرام تابعین۔ اسی طرح اسلاف سے ثابت نہیں کہ اُنہوں نے التحیات کی تعلیم دیتے وقت فرمایا ہو کہ التحیات کے الفاظ بطور حکایت کے پڑھنا۔

۳۔ اگر یہ خطاب حکایت کے طور تھا تو محدثین و فقہاء حضرات نے اُسے حضور علیہ السلام کی خصوصیات سے کیوں گنا ہے۔ حالانکہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی قرأت قرآن میں بطورِ حکایت خطاب کیا جاتا ہے۔

۴۔ حدیث تشہد میں خود حضور علیہ السلام کے الفاظ یہ ہیں۔

فانہ اذا قال ذالك اصاب کل عبد صالح فی السماء والارض (رواہ البخاری ومسلم)	اس لیے کہ جب بندہ وعلی عباد اللہ الصالحین کہتا ہے تو ہر ایک نیک بندہ کو پہونچ جائے گا۔ خواہ وہ آسمان میں ہو یا زمین میں

اِس روایت سے تو حکایت کا خام خیال بالکل باطل ہوگیا۔ کیونکہ تشہد میں اگر انشاء نہ ہوتا تو زمین و آسمان کے صالحین بندوں پر سلام کیسے پہنچتا سلام تو مقصود ہی نہیں وہ تو حکایت تھی پھر پہنچا کیا۔ اسی لئے علامہ سبکی رحمہ اللہ نے فرمایا۔

ان فی الصلوٰۃ حقا للعباد مع حق اللہ وان من ترکھا	نماز میں بندوں کا بھی حق ہے اور اللہ تعالیٰ کا بھی۔ جس نے اس میں

ﮧ کما قال الکاشمیری فی العرف الشذی ولکنی لم اجد سند ھٰذالروایۃ ص۱۳۹

اخلّ بحق جمیع المؤمنین من مضی ومن یجیٔ الیٰ یوم القیٰمۃ لوجوب قوله فیهما السلام علینا وعلیٰ عباد الله الصالحین کذافی فتح الباری شرح البخاری	کچھ کمی کی گویا اُس نے تمام مؤمنین کا حق مارا خواہ وہ زندہ ہیں یا مُردہ قیامت تک کیونکہ السلام علینا وعلیٰ عبادہ اللہ الخ کہنا واجب ہے۔

اگر حکایت ہوتی تو سلام کے پہنچنے اور اُن کے حق مارے جانے کا کیا مطلب

اعتراض

اور اس کی قرآن کریم میں بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ کہ اگر کسی وقت کسی شخصیت اور فرد کو اُس کی موجودگی اور حاضری میں خطاب ہوا تھا۔ توآج بھی ۔ ۔ ۔ ۔ یا اور اور خطاب کی ضمیر سے اُسے یاد کیا جاتا ہے۔ اُس کو ضمیر خطاب سے یاد کرنے سے اُس کا حاضر و ناظر ہونا کوئی بھی مراد نہیں لیتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کو تبلیغ کی اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیش کردہ دلائل کا گستاخانہ الفاظ میں رد کیا تو فرعون کی اس گستاخی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا

وانی لا اظنك یا فرعون مثبوراً

اور بے شک میں تجھے خیال کرتا ہوں اے فرعون تو تباہ کر دیا جائیگا۔

اور اس آیت میں یا فرعون کے جملہ کو ذہن میں محفوظ رکھئے تاکہ کام آئے داشتہ آید بکار۔ البتہ ملاحظہ کیجئے کہ آج بھی ہزاروں نے بلکہ لاکھوں کروڑوں مسلمان قرآن کریم پڑھنے والے مسلمان لا اظنك کو خطاب کی ضمیر سے ہی پڑھتے ہیں لیکن اس سے فرعون کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتا۔

۲۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے جب عزیز مصر کی بیوی نے ایک مخصوص ڈرامہ کھیلنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی پاکیزگی

طہارت اور عصمت پر عزیز مصر کی بیوی کے خاندان ہی سے ایک شیر خوار بچے کو جب گواہ بنایا۔ عزیز مصر پر جب یہ بات واضح ہو گئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا تو بالکل کوئی قصور نہیں۔ بلکہ سارا قصور ہی میری بیوی کا ہے۔ تو اس پر وہ اپنی بیوی کو خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے

واستغفری لذنبك انك كنت من الخاطئين ٥

اپنے گناہ پر معافی مانگ بے شک تو ہی خطا کاروں میں تھی

اس آیت میں بھی لذنبك اور انك سے عزیز مصر کی بیوی کو خطاب ہے اور سارے مسلمان اس کو اسی طرح ہی پڑھتے ہیں مگر عزیز مصر کی بیوی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں سمجھتا۔ ممکن ہے کہ فریق مخالف کوشش کنیہا کافر کی طرح اس کو حاضر و ناظر جانتا ہو کیونکہ فریق مخالف کے ولی اور بزرگ تو رحم میں نطفہ پڑتے بھی دیکھتے رہتے ہیں اور جماع کے وقت بھی پاس موجود ہوتے ہیں۔

مصر کی جیل میں بے قصور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ چند دیگر اخلاقی مجرم بھی تھے دو آدمیوں نے خواب دیکھے حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو تعبیر بتلائی۔ جس قیدی کو رہائی اور نجات ہونیوالی تھی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کو کہا " واذكرنی عند ربك میرا ذکر بھی اپنے آقا کے سامنے کر دینا۔ اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو خطاب کیا تھا مگر آج بھی مسلمان عند ربك کے الفاظ سے ہی اس آیت کو تلاوت کرتے ہیں لیکن اس قیدی کو کوئی بھی حاضر و ناظر نہیں کہتا (بلفظہ آنکھوں کی ٹھنڈک ص ۱۴۲، ۱۴۳)

الجواب ہمارے ہاں ایک واعظ تھے اور حسن اتفاق سے وہ حافظ قرآن بھی تھے جب وہ وعظ کرتے تو مسئلہ کچھ بھی ہو تو پندرہ پندرہ بیس بیس آیتیں فرفر کر کے ضرور پڑھ جاتے اور ان کا وعظ ہمیشہ جاٹوں اور گنواروں کی مجلسوں میں قائم ہوتا اور جب بھی کہیں دعوت ہوتی تو اپنی شیخی کو آنچ نہ آنے دیتے۔ رقم بٹورنے کی

غرض سے جہلاء کو سوسو ناز دکھلاتے اور فرماتے بھلا بتلاؤ مجھ جیسا وعظ کرتا کون ہے اور جبکہ میں سوائے قرآن کے اور کہیں جاتا ہی نہیں ہوں۔ اور اس سے جہلا کو ناز بھی تھا کہ مولوی صاحب واقعی بے نظیر آدمی ہیں۔

اُن کے لئے سوء اتفاق سمجھو یا شومیٔ قسمت کہ ایک دن ایک بڑے جلسے میں اُنہیں دعوت ہوئی اور جاٹ خوش تھے کہ ہمارے مولوی صاحب آج بڑے گل کھلائیں گے۔ لیکن مولوی صاحب بیچارے اب مرتے اور کیا کرتے۔ جب اُنہیں سٹیج کی رونق بنایا گیا تو صدر جلسہ نے اُن کے جیوں قبوں سے متاثر ہو کر اُن کے لئے حقیقت جہاد کا موضوع منتخب فرمایا پھر ہُوا کیا یہ آپ ہی سمجھ لیجئے میں اور تو کچھ کہہ نہیں سکتا البتہ اتنا یاد ہے کہ اُن کی حالت زار دیکھ کر سٹیج کو بھی رحم آرہا تھا۔

کچھ یہی کیفیت وہابی مولوی کی ہے کہ موضوع بحث خواہ کچھ بھی ہو لیکن اپنی جماعت سے داد لیں گے ضرور بھلا اس بے چارے کو کون بتائے کہ یہ آیات اور ان جیسی سینکڑوں آیتیں اور سورتیں بطور حکایت ہیں جن میں خطاب مقصود نہیں اور التحیات میں خطاب مقصود ہے نہ کہ حکایت۔

جیسا کہ تمہارے مسلّم بزرگ مولوی انور کشمیری نے بھی مانا ہے۔ اور فقیر نے گذشتہ اعتراض کے جوابات میں نہایت تحقیق سے ثابت کیا ہے کہ "التحیات" میں حکایت والا قول بالکل بے بنیاد اور اصول اسلام کے بالکل خلاف ہے۔

اعتراض الغرض یہ دُعا ہے اگرچہ بصیغۂ خطاب ہے چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب لکھتے ہیں۔

"در حقیقت ایں دُعا است اگرچہ بصیغۂ خطاب است"

مدارج ص۲۰۰ ج ۱ (آنکھوں کی ٹھنڈک ص۱۴۲)

الجواب یہاں بھی دیوبندیوں کے کاغذی پہلوان دین کے چور

نے زبردست چوری کی ہے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ جیسی مسلّم ہستی اور عاشق رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواہ مخواہ بدنام کرنے کی خام کوشش کر کے سفید جھوٹ اور کھلی خیانت کی ہے۔

ناظرین کو چاہیے کہ مدارج النبوۃ کو اُٹھا کر ملاحظہ فرمائیں اور انصاف فرمائیں کہ نبی علیہ السلام کے دشمن نے کتنا ظلم کیا ہے۔ فقیر پوری عبارت نقل کر کے انصاف کا منتظر ہے۔

ودرخطاب السلام علیک ایہا النبی دو سوال کردہ اند یکے آنکہ خطاب کردن بہ بشر در نماز منہی عنہ است ومفسد اوست وجواب دادہ اند کہ از خصائص اوست کہ (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ودر حقیقت ایں دعائے است در نماز اگرچہ بصیغۂ خطابست وچوں (حبیب کہ) دراصل کہ قصۂ معراج است ایں چنیں واقع شدہ است ہمچنیں نگاہداشتہ شد وبایں تقریر حاصل شد جواب از سوال دیگر کہ مے گویند چیست حکمت در عدول از غیبت بخطاب باآنکہ مقتضائے سیاق لفظ غیب است. چنانکہ گویند۔ التحیات للہ والصلوات والسلام علی النبی والسلام

السلام علیک کے خطاب میں دو سوال ہیں پہلا یہ کہ نماز میں بشر کو خطاب کرنا ممنوع ہے جواب کہتے ہیں کہ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص میں سے ہے۔ لیکن چونکہ اسی طرح معراج کے قصے میں آیا ہے. فلہٰذا اسی طرح نقل آتا چلا آرہا ہے اس تقریر سے جواب حاصل ہوگیا۔ جو کہا جائے کہ غیبت سے خطاب کی ضرورت کیا ہے۔ باوجودیکہ مقتضا یہ ہے۔ کہ سیاق کا مقتضی لفظ غیب کا ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے۔ التحیات للہ الخ اسی لفظ کو رکھا گیا ہے۔ کہ اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے یاروں کو تعلیم دی مواہب لدنیہ میں ہے کہ

علینا و علیٰ عباد اللہ الصالحین
یعنی نگاہداشتند لفظے را کہ از
رسول خدا آمدہ تعلیم کردہ مرضحًا
را و صاحب مواہب لدنیہ بر
طریقہ اہل معرفت گفتہ کہ
مصلیاں چوں بالتحیات استفتاح
باب ملکوت کردن اذن کردہ
شد مر ایشاں بدخول در حریم
حرم عزت الٰہی تبارک و تعالیٰ
پس روشن گشت دیدۂ بصیرت
ایشان و آگاہ شدند و دریافتند
کہ آں بوساطۃ نبی الرحمۃ و برکت
متابعت اوست پس حاضر
یافتند حبیب را در حرم حبیب
پس اقبال کردند بروے و
گفتند است السلام علیک
ایہا النبی و رحمۃ اللہ و
برکاتہ انتہی۔ و بعضے از
ارباب تحقیق گفتہ اند ایں خطاب
باعتبار حقیقت محمدی است در ذرّ
موجودات و حضور اوست در
باطن عبد و انکشاف ایں حال است
در وقت صلوٰۃ کہ افضل حالات

کہ اہلِ معرفت کہتے ہیں کہ نمازی جب
التحیات میں پہونچتا ہے تو اس کے
لیے ملکوت کے دروازے کھل جاتے
ہیں اُسے اِس حرم میں داخل ہونے
کی اجازت مل جاتی ہے۔ یہ اُسے
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابع
فرمانی سے نصیب ہوا ہے۔ اس
لیے اُس کے لیے حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام حاضر ہوتے ہیں۔ تو
اُن کی بارگاہ میں یوں عرض کرتا
ہے۔ السلام علیک ایہا النبی الخ
یعنی تحقیق کہتے ہیں۔ کہ یہ خطاب
باعتبار حقیقت محمدیہ کے کائنات کے
ذرہ ذرہ میں موجود ہیں۔ اور
بندہ کے باطن میں حاضر ہیں۔
اور یہ حال نماز میں منکشف ہوتا
ہے کہ تمام احوال سے افضل حالت
ہے۔ اور اقرب مقامات سے
ہے۔

داقرب مقامات است الخ

کذا فی مدارج النبوۃ ص۴۲۶ تا ص۴۲۹ مطبوعہ نولکشور تحتی نورد

اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ وہابی ملّا بددیانت نے کتنا ظلم کیا ہے کہ شیخ صاحب قدس سرہ کی ادھوری عبارت نقل کر کے اور پھر غلط مطلب نکال کر نفس مضمون کو کیسے اُلٹ دیا تاکہ لوگوں کو سرکارِ مدینہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام کرنے سے روک دے۔

اُسے چاہیے تھا کہ مدارج النبوۃ شریف کی پوری پوری نقل کرتا تاکہ ناظرین حق و باطل کی خود تمیز کرتے۔

شیخ صاحب قدس سرہٗ نے تو اُلٹا حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا حاضر و ناظر ہونا ثابت فرمایا ہے۔ اور معترض کو جواب دیا ہے۔ کہ نماز میں حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرنا آپ کے خصائص میں سے ہے۔ یعنی دوسرے کسی ایک فرد بشر کو نماز میں السلام علیکم کہا جائے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ لیکن حضور علیہ السلام کو سلام عرض کرنا مفسد نماز نہیں۔ اگرچہ قاعدہ شرعیہ کے لحاظ سے نماز یہاں بھی فاسد ہوتی۔ اگر یہاں مجرد حکایت ہوتی تو شیخ صاحب قدس سرہٗ کو سوال پیدا کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ کیونکہ بطریق حکایت تو قرآن پاک کی بکثرت آیتیں خطاب کے ساتھ موجود ہیں۔ جیسے وہابی مذکور نے گذشتہ اعتراض میں جمع کی ہیں۔ اور وہ الفاظ قرأت قرآن کے اثناء میں نمازوں میں پڑھے جاتے ہیں۔ اور اُن کا پڑھنا مفسد نماز نہیں۔ اور خاصیت کا قول بھی اسی طرح۔

"در حقیقت ایں دعا است الخ" سے غلط مطلب نکال کر وہابی نے اپنی غباوت کا ثبوت دیا ہے۔ حالانکہ بات بالکل ظاہر ہے۔ کہ شیخ صاحب قدس سرہٗ کا مقصد یہ ہے۔ کہ السلام علیک الخ اگرچہ صیغۂ خطاب ہے

لیکن حقیقت میں یہ دعا ہے جیسے ہم اپنے ملاقاتی کو السلام علیکم کہتے ہیں تو یہ لفظ دعا بصیغۂ خطاب ہے لیکن جہالت کا علاج کون کرے خصوصاً نبی علیہ السلام کی دشمنی میں تو علم چھن جاتا ہے۔

علاوہ ازیں وہابی چور نے صرف ایک ٹکڑا لکھ دیا اور باقی جو شیخ صاحب کی مطمح نظر عبارتیں تھیں ان کا ذکر تک نہیں کیا۔

اعتراض

اگر ہم السلام علیک سے حکایت نہ سمجھیں بلکہ دعا اور انشاء ہی سمجھیں تو بھی اس سے حاضر و ناظر مراد لینا قطعاً باطل ہے۔ جیسے کہ ہم اپنے خطوط میں دور دراز ملکوں میں اپنے دوستوں، بھائیوں اور اکابر کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ لکھا کرتے ہیں۔ تو اس کا یہ معنی تو نہیں ہوتا کہ وہ سب ہمارے پاس حاضر و ناظر ہوتے ہیں۔ ورنہ ان کو خط لکھنے ہی کی کیا ضرورت۔ بلکہ یہ مطلب ہے کہ جب ہمارا خط دوستوں کو پہنچ جائیگا تو اس وقت ان سے خطاب ہو جائے گا۔

جیسا کہ بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بادشاہ روم کو خط لکھا تھا " ادعوك بدعاية الاسلام " (میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں) اس کا یہ معنے تو نہ تھا کہ ہرقل آپ کے پاس حاضر و موجود تھا۔ اسی طرح آپ یہاں بھی سمجھیں کہ ہم " السلام علیك ایھا النبی " سے خطاب کرتے ہیں تو اس کا معنے یہ تو نہیں کہ آپ پاس موجود ہوتے ہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب سلام آپ تک پہنچ جائے گا تو خطاب ہو جائیگا۔

فریق مخالف کے مسلّم اور مشہور محقق عالم مولوی عبد السمیع صاحب بخاری شریف کی ایک روایت کا حوالہ دے کر یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

اما بعد فانی ادعوكُ بدعاية الاسلام اسلم تسلم

اس میں خطاب حاضر کا ہے بادشاہ روم کو حالانکہ آپ ملک عرب میں تھے اور وہ روم میں تھا اور اصحاب کشف سے نہ تھا۔ کہ حضرت کا خطاب وہاں سے معلوم کر لیتا۔ لیکن چونکہ یہ بات تھی کہ قاصد اس خط کو لے جاکر اُس کے ہاتھ میں دے دے گا یہ خط اُس کی نظر کی سامنے سے گذریگا۔ خطاب صحیح ہو جائے گا۔

اسی طرح اب تک رسم جاری ہے کہ ہم خطوط میں مکتوب الیہ کو خطاب لکھتے ہیں۔ کہ فلاں چیز بھیجو اور تاکید جانو۔ فقط اسی اعتماد پر کہ جب قاصد یہ خط اِن کو دے دے گا تو ہمارا خطاب حاضر صحیح ہو جائیگا۔ (بلفظہ انوار ساطعہ ص۲۲۲ و آنکھوں کی ٹھنڈک ص۱۴۳ - ۱۴۴)

گکھڑوی نے یہ اعتراض اپنے صنادید سے سیکھا ہے۔

الجواب | دراصل یہ عندیہ مولوی شبیر احمد عثمانی کا ہے جو اُس نے فتح الملہم ص۴۲ج۲ میں تحریر کیا ہے۔

اوّلاً | گکھڑوی اور اُس کے تمام صنادید جواب دیں کہ "السلام علیک" میں پہلے بھی کسی معتمد الیہ بزرگ نے یہ توجیہ کی ہے کہ السلام علیک ایہا النبی کو بعید غائب مکتوب الیہ پر قیاس کیا جاوے۔ جیسے تم نے لکھا ہے اگر کسی معتبر کتاب کی تصریح تمہارے ہاں ہے تو حوالہ سپرد قلم کر کے پیش کیجئے۔

ثانیاً | اصول فقہ کا قاعدہ ہے کہ مقیس اور مقیس علیہ میں علت جامعہ ضرور ہو ورنہ قیاس مع الفارق لازم آئے گا۔ یہاں تمہارے قیاس فاسد میں نبی کریم علیہ السلام پر السلام علیک کہنا مقیس اور خطوط کے خطابات مقیس علیہا ہیں بتایئے ان دونوں میں علت جامعہ کیا ہے۔

ثالثاً | فقیر نے متعدد حوالوں سے ثابت کیا ہے۔ کہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حقیقت جامعہ کائنات کے ذرہ

ذرہ میں جاری و ساری ہے کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ تمہارے مکتوب الیہ کی حقیقت بھی تمام عالم میں جاری و ساری ہے۔

رالیعاً حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے السلام علیک کو عامی غائب آدمی مکتوب الیہ سے تشبیہ دینا اسلامی و شرعی نقطہ نگاہ سے تنقاوت قلبی اور کور باطنی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے "راعنا" کی معمولی بے ادبی کو گوارا نہیں فرماتا۔ بتائیے تمہارا حشر کس طرح ہوگا کہ تم اپنے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس کو عوام کالانعام کے ساتھ ملائے جا رہے ہو خدا کی قسم ہمارا تو دل لرز جاتا ہے جب تم لوگ اپنی کور باطنی سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے اوپر قیاس کرنے لگ جاتے ہو ؎

کافراں دیدند احمد را بشر
اس نمی دانند کہ آں شق القمر

سلف صالحین کی تصریحات کو بالائے طاق رکھ کر اپنے ڈھکو سلے لگانا دین کی کونسی خدمت ہے۔

مولوی شبیر احمد عثمانی کی بدحواسی

مولوی عثمانی ایسا بدحواس نکلا کہ ادھر تو فتح الملہم ص ۲۶/۲ میں "فاذا الحبیب فی حرم الحبیب حاضر" لکھتا ہے۔ پھر کہتا ہے کہ خطاب ایسا ہے جیسے خطوط کے خطابات ہوتے ہیں۔ (معاذ اللہ) پھر جہالت کی انتہا تو دیکھو کہ عثمانی صاحب لکھتے ہیں "ہم اس کی موجودگی فرض کر لیتے ہیں اور ہمیں یقین ہوتا ہے کہ یہ ہمارا خط اسے ضرور مل جائے گا۔ حالانکہ

؎ فرض کر لینے کے جوابات آئندہ صفحات پر ملاحظہ ہوں۔

وہ اُس وقت ہمارے پاس موجود نہیں ہوتا۔

اقول (۱) عثمانی صاحب اِدھر تو لکھ چکے ہیں کہ التحیات کے وقت حضور علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حرم خاص میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور پھر اب فرض کر لینے کے کیا معنی۔

(۲) عثمانی صاحب علم غیب رکھتے ہیں جو لکھا کہ ہمیں یقین ہوتا ہے کہ ہمارا یہ خط اُسے ضرور مل جائے گا۔ بھلا یقین کیسا جبکہ پیغام رساں بسا اوقات ہمارے خطوط عمداً یا سہواً نہیں پہنچاتا یا ممکن ہے کہ ڈاکیا ہمارے خط پہنچانے سے پہلے مر جائے اور بعض اوقات خط موصول ہونے سے پہلے مکتوب الیہ مر جاتا ہے۔

مجھے ان باتوں کے پیش نظر عثمانی صاحب پر ہنسی آئی کہ نبی علیہ السلام کی دشمنی میں اُس کی عقل بھی جاتی رہی۔ کہ خط ملنے کا تو یقین جتلا رہے ہیں جہاں نہ ملنے کا احتمال ہے لیکن حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے سلام کے متعلق یقین نہیں کہ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی بڑی جماعت کو صرف اسی لئے مقرر کیا ہے کہ وہ اُمتیوں کے سلام بارگاہ رسالت میں پیش کریں۔ اگرچہ وہ اُمتیوں کے سلام خود بھی بہ نفس نفیس سنتے ہیں۔

تاظرین غور فرمائیں کہ جب دیوبندیوں کے شیخ الاسلام کا یہ حال ہے تو پھر اُن کی ذرّیات کا کیا کہنا۔ اسی لئے اُن کو حضور علیہ السلام سے دُوری و مجوبی کے تصورات اُبھرتے ہیں اور ہم اہلسنت چونکہ باادب واقع ہوئے ہیں اسی لئے ہمیں اپنے آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب و شہود کا یقین ہے

اعتراض ہر زبان میں اِس کی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ کہ کسی غائب ہستی کا فرضی طور تصوّر کرنے اور تخیّل کے طور پر اپنے دل میں حاضر سمجھ لینے پر اُس سے خطاب کیا جاتا ہے۔ اِس

لیے نہیں کہ وہ حقیقۃً حاضر و ناظر ہوتا ہے بلکہ یہ محض اپنے تخیل پر مبنی ہوتا ہے بجائے اس کے کہ میں عربی اور فارسی کے حوالہ جات نقل کروں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اردو کے چند نظائر پیش کرنے کے بعد خانصاحب بریلوی کے بعض اشعار نقل کروں

ایک شاعر کہتا ہے ؎

نہیں آتے وہ نہ آئیں مرے گھر　　تصور میں تو ہیں مہمان دل کے

ایک مجذوب صاحب کہتے ہیں ؎

چھپ سکیں گے حضور پھر کیوں کر　　جو تصور میں لا کے دیکھ لیا

ان دونوں شاعروں نے یہ بات واضح کردی ہے کہ اگر محبوب ہمارے گھر نہیں آتا تو نہ سہی دل میں تو ہمارا وہ مہمان ہے اور دل میں تصور تو ہم کرتے رہتے ہیں۔

فریق مخالف اعلحضرت خان صاحب بریلوی حدائق بخشش حصہ دوم صہ پر لکھتے ہیں ؎

سر سوئے روضہ جھکا پھر تجھ کو کیا

دل تھا ساجد نجدیا پھر تجھ کو کیا الخ

یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ خانصاحب نے نجدیوں اور دیوبندیوں کو "تجھ کو کیا" کے الفاظ سے بار بار خطاب کیا ہے کیا واقعی تمام نجدی اور دیوبندی خان صاحب کے پاس حاضر و ناظر تھے۔ یا یہی آپ کہیں گے کہ تخیل کے طور پر حاضر و ناظر جان کر ان سے خطاب کیا گیا ہے۔ اسی طرح آپ السلام علیک ایہا النبی میں خطاب سمجھئے۔ یہ ہمارا نرا دعویٰ ہی نہیں بلکہ آئیے ہم خانصاحب سے اس کی تصدیق کرا دیتے ہیں

خانصاحب امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم ج ۱ صہ ۹۹ طبع لکھنؤ سے السلام علیک ایہا النبی کی تشریح نقل کر کے الکوکبۃ الشہابیہ صہ ۳۵

یہی مضمون مقیاس حنفیہ ص۲۱۳ میں مسائے الختام سے اور جاء الحق ص۱۳۵ میں موجود ہے معنٰی بھی خاں صاحب کا ہے۔

احضر فی قلبك النبی صلے الله علیه وسلم وشخصه الكريم وقل السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته	التحیات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور کی صورت کا تصور باندھ اور عرض کر سلامتی ہو تجھ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اُس کی برکت۔

قارئین کرام! دل میں حاضر کر اور تصور باندھ کا معنٰی تو جانتے ہی ہوں گے اگر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقی طور پر حاضر وناظر ہیں تو دل میں حاضر کرنے اور تصوّر باندھنے کا کیا مطلب ہے۔ اس کو اسی طرح سمجھئے جیساکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اعبد ربك كانك تراه

اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے۔

آپ جانتے ہی ہیں کہ حقیقتاً رویت خداوندی دنیا میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبروں کو بھی نہیں ہوئی تو جس طرح آپ دیکھنے اور حقیقتاً دیکھنے میں فرق کرتے اور جانتے ہیں اسی طرح حاضر ہونے اور حاضر کرنے کا فرق سمجھ لیجئے۔

آپ کو اس میں تردد اور پریشانی لاحق ہوگئی ہے چنانچہ شیخ عبدالحق صاحبؒ مدارج نبوت میں تحریر فرماتے ہیں۔

ذکر کن اُورا و درود بفرست بروئے علیہ السلام و باش درحال ذکر گویا حاضر است پیش تو (الخ) (آنکھوں کی ٹھنڈک ص۱۴۳ تا ص۱۵۱)

الجواب وہابی کی یہ عیاری و مکاری اُن کے بڑوں کی عطا کردہ ہے بعینہ یہی تقریر مولوی شبیر احمد عثمانی نے فتح الملہم ص۴۳۶ ج۲

میں مولوی انورکشمیری نے عرف شذی تقریر ترمذی میں نقل کی ہے کشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ

"الفاظ خطاب زبان عرب میں مخاطب کی خیالی صورت کو ذہن میں حاضر کرنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ مخاطب کو اُس کا علم ہو"

کشمیری صاحب کو مخالفین آسمان سے اوپر چڑھاتے پھرتے ہیں لیکن وہ اِس مسئلہ میں ایسے گرے کہ اب اُسے دیابنہ اوپر چڑھائیں تو چڑھائیں لیکن وہ رسوائی کے مارے زمین کی تہ میں چلے گئے

انور کشمیری کی پہلی غلطی

خطاب و نداء کے صیغے دو طریقوں سے مستعمل ہوتے ہیں۔

(۱) اصل یعنی مخاطب حاضر ہو۔ جیسے عام طور پر ہمارے خطابات ہوتے ہیں۔

(۲) خلاف اصل جیسے مخاطب حاضر نہ ہو اور اُسے حاضر متصور کیا جائے یا اُس کے واقعہ کو بطور واقعات کے بیان کیا جاوے وغیرہ وغیرہ

ہم السلام علیک ایہا النبی میں خطاب و ندا کو اصل پر استعمال کرتے ہیں اور کشمیری صاحب اور تمام دیابنہ خلاف اصل کے مدعی ہیں۔ کلیہ صناللہ ہے اگر اُسے نحویوں کے اجماع سے تعبیر کیا جائے تو بجا ہے کہ خطاب و نداء اپنے اصل میں مستعمل ہوتے وقت کسی بھی دلیل کا محتاج نہیں اور خلاف اصل واقع ہو تو دلیل کا محتاج ہے ہماری پیش کردہ دلیل السلام علیک ایہا النبی میں ہمارا دعویٰ اصل کے مطابق ہے اور بقاعدہ مذکورہ دلیل

عہ ان شئت التفصیل فلتطالع فی شرحی علی الفوائد الضائیہ الموسوم بنعم الحامی شرح شرح جامی ۱۲

پیش کرنا ہمارے ذمہ نہیں لیکن باوجود اس کے ہم نے رسالہ ھذا کے باب اوّل میں دلائل کے دفتر بھر دیئے اور دیوبندی صاحبان "السلام علیک ایہا النبی" کو اصل کے خلاف استعمال کر رہے ہیں۔ اُن کو چیلنج ہے کہ اس خلاف اصل پر کوئی دلیل ہے تو پیش کریں۔

مخالفین کے اعتراضات میں چند ایک مرجوح اقوال کو مخالفین نے پیش کیا تو ہم نے بڑے زوردار دلائل سے ثابت کر کے دکھلایا۔ کہ التحیات میں حکائی قول ضعیف ہے (بحر الرائق)، بلکہ کشمیری صاحب کی تحقیق کے مطابق تو یہ روایت بالکل بے سندی ہے (عرف شذی)

انور کشمیری کی دوسری غلطی

تمام نحوی متفق ہیں کہ منادیٰ کو اپنی پکار سُنا کر متوجہ کرنا اصل ہے اور اگر اُس میں پکار سننے اور متوجہ ہونے کی صلاحیت نہ ہو تو اُسے صلاحیت کے لائق قرار دے کر ندا دی جاتی ہے جیسے قرآن پاک میں "یاجبال اوّبی، یا ارض ابلعی یا سماء اقلعی" جیسے خطابات ہیں نحو کے علاوہ معانی میں مختصر معانی مطول وغیرہ میں یہ بحث نہایت تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ اہل علم اور درس نظامی کے طلبہ خوب واقف ہیں۔ اور یہ ندا و خطاب خلاف اصل ہوتی ہے

ناظرین! انصاف فرمائیں کہ پہاڑ، پتھر، ڈھیلے بے چارے تو خطاب کے اہل نہ ہونے سے خطاب کے خلاف اصل کی استعمال کے تو یقینی حقدار ہیں۔ لیکن دیوبندیوں کے سردار نے پتھروں ڈھیلوں کی طرح حضور علیہ السلام کے خطاب کو خلاف اصل قرار دے دیا۔

اس بنیادی غلطی سے انور کشمیری اور دوسرے تمام دیوبندی بغلیں بجاتے ہیں کہ ہم نے بڑے معقول دلائل سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان

گھٹا دی اِس پر دہابی نے "آنکھوں کی ٹھنڈک" میں قرآنی دلائل اور نحوی قواعد سے اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے چند اشعار اور اعلیٰحضرت مولٰنا شاہ احمد رضا خان قدس سرہ کے دیوان کو سامنے رکھ کر اپنی جماعت سے داد لینا چاہی لیکن اُسے پتہ نہیں تھا کہ بعد میں اُس کی جہالت سے اُس کے اکابر کی حماقت بھی بر سرِ میدان آجائے گی

خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو حاضر نہ پا کر اُس کا تصور باندھ کر اُسے نداء کرنا خلافِ اصل ہے اور اشعار میں یا دیگر ایسے مقامات پر ایسی نداء پر خلاف اصل ہونے کے قرائن موجود ہوتے ہیں۔ جنہیں ہر ایک سمجھتا ہے کہ واقعی یہ نداء خلاف اصل ہے جس طرح گذشتہ اعتراضات اور آئندہ سوالات اور دیگر استدلالات میں مخالفین نے "السلام علیک ایہا النبی" میں نداء کے خلاف اصل پر استعمال کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

اور قاعدہ ہے کہ جہاں بھی نداء اصل کے خلاف مستعمل ہو وہاں دلیل قوی چاہیے اور ہم نے بارہا چیلنج کیا اور کر رہے ہیں۔ اور کرتے رہیں گے کہ اگر تمہارے پاس التحیات میں السلام علیک کے متعلق نداء کا خلاف اصل پر مستعمل ہونے کی کوئی دلیل ہے تو لاؤ۔ ورنہ خدا کا خوف کرو۔ بلا وجہ اپنے آپ کو جہنم کا ایندھن نہ بناؤ

اور پہلے بھی عرض کیا ہے کہ "السلام علیک ایہا النبی" اپنے اصل پر خطاب حاضر کے لیئے ہے اور حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی حاضر و ناظر سمجھ کر خطاب کیا جاتا ہے۔ اور اس پر ہمیں دلیل پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ جو شئے اپنے اصل پر ہو اُسے دلیل کی کیا حاجت۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ ہم نے اِس پر دلائل کے انبار لگا دیئے اور پھر بھی طوالت کے خوف سے اختصار کو مدِنظر رکھا۔

باقی رہا احضر فی قلبک النبی صلے اللہ علیہ وسلم الخ

یہ تو ہماری دلیل ہے لیکن وہابی عیّار نے مکروفریب سے الٹا مطلب نکال کر اپنی دلیل بنالی۔ "حاضر کر اور تصوّر باندھ کر" کے الفاظ سے غلطی کا شکار ہوا ہے اور پھر چالاکی تو دیکھو کہ "کانک تراہ" کو اپنی دلیل کی علت قرار دی۔ اور تقریر کو الٹا سیدھا کر کے اپنا مقصد ظاہر کیا یاد رہے گویا حاضر است یا اپنے دل میں حاضر اور تصور باندھنے سے حاضر و ناظر کی نفی نہیں ہوتی۔ جیسے "کانک تراہ" میں اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی نفی نہیں۔ اگر نفی ہے تو امتناع رؤیت کی۔ پس جیسے اللہ تعالیٰ کے امتناع رؤیت کے لئے گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے کا سبق دینا پڑتا ہے اسی طرح حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دیدار پُرانوار سے دُور ہونے والے مبتدی کو سبق دینا پڑا کہ اگرچہ تیری چشم بینا (بوجہ ضعف روحانیت) اس وقت حضور علیہ السلام کے دیدار سے محروم ہے لیکن اسی طرح تصور باندھنے سے تجھے کسی نہ کسی وقت دیدار گوہر بار کی باریابی کا شرف بے بہا حاصل ہو جائے گا۔

"کانک تراہ" گویا تو خدا کو دیکھ رہا ہے اور گویا حاضر است اور اپنے دل میں تصور باندھ" یہ جملے مقیس اور مقیس علیہ ہیں۔ یعنے کانک تراہ مقیس علیہ ہے اور دوسرے دو جملے مقیس۔ اور ان میں علت جامعہ عدم رؤیت ہے۔ امتناعاً اور امکاناً دونوں علتوں میں دونوں ذاتوں کے وجود کا یقین ہے یعنی جس طرح کانک تراہ میں اللہ تعالیٰ کے وجود کا یقین ہے اسی طرح گویا حاضر است میں بھی ذات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود اقدس یقینی ہے ورنہ علت علت نہیں رہتی۔ بحث طویل ہے۔ اصول فقہ کے پڑھنے والے خوب جانتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا۔ یہاں گویا اور تصوّر باندھنے سے حضور علیہ السلام کی ذات بابرکات کے موجود ہونے کی نفی نہیں۔ بلکہ مبتدی کو دیدار سے باریابی کا طریقہ بتلایا جا رہا ہے۔ کہ اسی طور سے تجھے شرف زیارت نصیب ہوگا۔ جبکہ تو تصوراتی دنیا میں کامیاب ہوگیا۔

اور پھر وہابی صاحب نے حسب دستور سابق شیخ محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی نامکمل عبارت نقل کر کے دھوکہ سازی اور فریب دہی میں کامیاب ہونے کی کوشش کی۔ دراصل عبارت یوں ہے۔

ذکر کن اورا و درود فرست بروے علیہ السلام و باش در حال ذکر گویا حاضر است پیش تو در حالت حیات و می بینی تو اورا متادب باجلال و تعظیم و ہیبت و حیا و بدآنکہ وے علیہ السلام می بیند و می شنود کلام ترا زیرا کہ وے علیہ السلام متصف است بصفات الٰہیہ و یکے از صفات الٰہی آں است کہ "انا جلیس من ذکرنی"

مدارج النبوۃ۔

آپ کا ذکر کر اور درُود پیش کر اور اِس حال میں ہو کہ گویا حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں اور تو ان کو دیکھ کر باادب بیٹھ کر سلام عرض کر رہا ہے اور یقین کر کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تجھے دیکھ رہے ہیں اور تیرا کلام سن رہے ہیں اِس لیے کہ حضور علیہ السلام کی موصوف بہ صفاتِ الٰہیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ ذات قریب ہے جو اُسے یاد کرتا ہے۔

ایسی تصریح کے باوجود پھر بھی مخالفین حاضر و ناظر کی نفی میں لفظ پر گویا خوش ہیں تو اُن کی شومیٔ قسمت ہے اور جہالت کا حساب ہی کیا ہے کہ شیخ صاحب مبتدی یا زیارت سے محروم شخص کو حاضری کا درس دیتے ہیں۔ اور پھر آگے صاف لفظوں میں حاضر و ناظر کی دلیل قائم کرتے ہیں۔ لیکن صاحب کے ناقص دماغ نے حسب روایتِ اکابر خود دلیل اور صریح عبارت کو ہڑپ کر لیا اور عبارت کے ایک ٹکڑے کو لے کر کچھ کا کچھ کہہ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور حق بات کو صاف صاف کہنے کی توفیق بخشے۔

اعتراض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے التحیات السلام علیک کے ساتھ جن صحابہ کرام سے مروی ہیں۔ اُن میں ہمیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر وغیرہ نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔

لیکن اس کو کیا کریں یہی اکابر صحابہؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بجائے السلام علیک ایہا النبی کے السلام علی النبی ورحمة الله پڑھتے بھی تھے اور اُس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔

۱۔ صحیح بخاری جلد ۲ صہ ۹۲۶ وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو ہم التحیات میں السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ اسی طرح موطاء امام مالک صہ ۴۱ ابوعوانہ ج ۲ صہ ۲۲۹ مسند احمد ج ۴ صہ ۲ اور سنن الکبریٰ ج ۲ صہ ۱۴۲ وغیرہ میں حضرت ابن عمر سے روایت ہے

۳۔ سنن الکبریٰ ج ۲ صہ ۱۴۲ وغیرہ میں حضرت قاسم بن محمدؒ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے ہمیں التحیات میں السلام علی النبی ورحمة الله پڑھایا اور اُسی کی تعلیم دیا کرتی تھیں۔

بلکہ فتح الباری وغیرہ میں حضرت عطاء تابعی سے یہاں تک منقول ہے کہ صحابۂ کرام آنحضرتؐ کی وفات کے بعد السلام علی النبی پڑھا کرتے تھے۔

اور حضرت شاہ عبدالحق لکھتے ہیں

در شرح بخاری صحیح میگوید کہ صحابہ در زمان آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بصیغۂ خطاب میگفتند و بعد از زمان حیاتش این چنین میگفتند والسلام علی النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ، بصیغہ خطاب مکتوبات صہ ۳۱۶

آپ غور فرمائیں اگر صحابہ کرام کا اور خصوصاً اُن بزرگوں کا جن سے

السلام کے الفاظ سے التحیات منقول ہے یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے اندر موجود اور حاضر ہیں تو ان کو صیغہ خطاب چھوڑنے کی کیا ضرورت محسوس ہوئی تھی۔ بلکہ انہوں نے امت کی رہنمائی فرمائی کہ اگر امت السلام علیک کو اس عقیدہ سے پڑھے کہ ہم بطور حکایت پڑھتے ہیں یا فرشتے ہمارے سلام کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچاتے ہیں۔ تو پھر خطاب ہو جاتا ہے۔ جیسے خطوط کی مثال ہم نے پیش کی تھی یا اگر تخیل اور تصور میں حاضر سمجھ کر خطاب کرے تو اس کے لئے اس کی گنجائش ہے ورنہ بجائے اس کے السلام علی النبی پڑھیں تاکہ خبط واقع نہ ہو جائے۔

الجواب

مخالفین نے اس دلیل کو پیش کر کے اپنی حیثیت کی چادر اتار پھینکی کیونکہ احناف کی متون ہوں یا شروح فتاوی ہوں یا مجموعہ احادیث کی کسی ایک کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ التحیات میں السلام علیک کو ترک کر کے غائب کا صیغہ اختیار کیا گیا ہو بلکہ تمام مذاہب اسلام خصوصاً مالکی، شافعی، حنبلی کی کتب میں بھی یہ خطاب کا صیغہ موجود ہے۔

اگر صحابہ کرام نے وصال نبوی کے بعد صیغہ خطاب چھوڑ دیا ہوتا تو کم از کم کوئی ایک مذہب تو اس کی پاسداری کرتا۔ یا کم از کم اسے بطور نقل کچھ تو اس امر پر تبصرہ کرتے۔ لیکن نہیں۔ اب وہابی حضرات کا بڑا بہتان اور خالص افتراء اور سفید جھوٹ ہے جو لکھ دیا کہ اکابر صحابہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بجائے السلام علیک ایہا النبی کے السلام علی النبی ورحمۃ اللہ پڑھتے بھی تھے اور اس کی تعلیم بھی دیتے تھے۔ (استغفر اللہ)

۲ احناف کی فقہ کا دارومدار زیادہ تر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات پر ہے خصوصاً تشہد کے بارے میں تو فقہ حنفی

کی ہر چھوٹی بڑی کتاب میں ہے۔

اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی التحیات کی سند حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک یوں ہے کہ امام اعظم از امام حماد و از ابراہیم واز عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ

علمنی رسول الله صلے الله علیه و سلم التشهد کفی بین کفیه کما یعلمنی السورة من القرآن (مسلم ص۱۷۳ ج۱)

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دونوں مبارک ہتھیلیوں کے درمیان میری ہتھیلی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تشہد سکھایا جیسے مجھے قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔

اور نہ صرف اسی عبداللہ بن مسعود کی یہی روایت ہے بلکہ آپ کی تمام روایات بصیغہ خطاب منقول ہیں بلکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی روایات بصیغہ خطاب مروی ہیں۔

حیات شریف اور بعد الوصال دونوں میں خطاب مروی ہے چنانچہ مخالفین کے مقتداء مولوی انور کشمیری عرف شذی ص۱۳۱ میں تصریح کرتے ہیں

انصاف اور انصاف

ناظرین غور تو فرمائیں کہ التحیات میں اتنی شدید تاکید کے باوجود صحابہ کرام کی شان کے خلاف ہے کہ وہ اپنی طرف سے تغیر و تبدل تو بجائے ماند کچھ معمولی اضافہ کی جرأت کریں اگر ایسا ہوتا تو پھر دین کے کسی مسئلہ کی خیر نہیں۔ مخالفین اسلام کیا کہیں گے کہ تمہارا دین ہے یا بازیچۂ اطفال۔ کہ جس طرح جس کا جی چاہا ردو بدل کر دیا یہی وجہ ہے کہ آج شیعہ رافضی قرآن کی صحت کے منکر ہیں وہ کیوں؟

صرف اس لئے کہ انہیں ترتیب قرآن سے شک گذرا ہے اگرچہ ان

کا شک محض اپنے ظن فاسد تک محدود ہے لیکن غلط پروپیگنڈا کرنے میں کسر نہیں چھوڑتے۔ اگر وہابی یا دیگر جہال کے مذکورہ بالا قول کو کچھ وقعت دی تو دین محمد صلے اللہ علیہ وسلم پارہ پارہ ہو کر رہ جائے گا اور ہم اس کو گوارا نہیں کریں گے اور نہ ہی مخالفین کے اکابرین کو کہ وہابی کی پیش کردہ دلیل کو کچھ وقعت دیں

ترک خطاب کا پس منظر

حضور علیہ السلام کے وصال باکمال کے بعد صیغہ خطاب کے بجائے صیغہ غائب پڑھنا وغیرہ طویل بحث کا متقضی ہے جس نے حضرت مولنا عبد السمیع مرحوم خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ مصنف انوار ساطعہ نے اپنے رسالہ "القول النبی فی تحقیق السلام علیک ایہا النبی" میں نہایت شاندار تحقیق فرمائی ہے اس مختصر میں اتنی گنجائش نہیں لیکن تاہم وہابی کی جہالت کو منظر عام پر لانے کے لیے مختصراً عرض کیے دیتا ہوں۔

(۴) ترک خطاب کا راوی صرف ابن سنجرہ ہے اور اس کے آگے دو راوی ہیں ۱۔ اعمش ، ۲۔ سیف بن سلیمان

اعمش کی روایت میں تو ترک خطاب کے الفاظ نہیں البتہ سیف بن سلیمان کی روایت میں ہے اور سیف بن سلیمان اگرچہ ثقہ تھا لیکن قدر کی بدعت سے متہم ضرور تھا۔

(۵) اگر مان لیا جائے تو یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ذاتی اجتہاد ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اُن سے اتفاق نہ کرنا ہی ہمارے دعویٰ کی دلیل کافی ہے۔

(۶) بلکہ حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو بعینہٖ یہی بات تو ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو اس صیغہ کو

تبدیل کرنے کی ضرورت بھی اِس لیے محسوس ہوئی کہ چونکہ سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو ظاہری زندگی میں صیغہ خطاب ہوتا تھا۔ اب چونکہ اُن کا وصال ہو گیا۔ فلہٰذا خطاب کو ترک کرنا چاہیے ورنہ خطاب سے غیبوبت کی طرف کیوں سوجھی۔

(۷) اگر مان لیا جائے کہ بعد الوفات صیغہ خطاب اِس لیے نہ رہا۔ کہ آپ حاضر و ناظر نہ رہے۔ لیکن دیوبندی صاحبان اُسے گوارا کرلیں گے کہ حضور علیہ السلام اپنی زندگی میں ہر جگہ حاضر و ناظر تھے جبکہ صحابہ کرام نماز میں السلام علیک پڑھتے تھے۔ دور دراز ملکوں میں، اپنے گھروں میں اور فرائض کے علاوہ نوافل میں۔ لیکن نہیں تو پھر صحابہ کرام بقول شما حضور علیہ السلام کو نہ بوقت حیات حاضر و ناظر مانتے ہیں نہ بعد از وصال پھر صیغۂ خطاب کو تبدیل کرنے کا کیا معنیٰ۔

(۸) جب بقولِ شما صحابہ کرام کے عقیدہ میں یہ تھا کہ یہ خطاب تو حکایت کے طور پر ہے اِنشاء کے طور نہیں۔ پھر صحابہ کرام نے وصال شریف کے بعد تبدیل کیوں کیا؟ آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہیے یا صرف تمہارے کہنے پر۔

تحقیقی قول

نہ صحابہ کرام نے السلام علیک کے خطاب کو ترک کیا اور نہ ہی یہ روایت قابلِ اعتماد ہے دراصل بات تحقیقی وہی ہے جو مُلا علی قاری رحمۃ اللہ الباری نے مرقات ص ۵۵۵ ج ۱ میں بیان فرمائی۔

اما قول ابن مسعود کنا نقول فی حیاۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم السلام علیک ایھا النبی	بہرحال حضرت ابن مسعود کا قول کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارک میں السلام علیک پڑھتے تھے۔

فلما قبض علیہ السلام قلنا السلام علی النبی فھو روایۃ ابی عوانہ وروایۃ البخاری الاصح منہا بینت ان ذالک لیس من قول ابن مسعود بل من فہم الراوی عنہ ولفظہا فلما قبض قلنا سلام یعنی علی النبی فقولہ قلنا سلام یحتمل انہ اراد عرضنا عن الخطاب واذا احتمل اللفظ لم یبق فیہ دلالۃ کذا ذکرہ ابن حجر

آپ کے وصال کے بعد ہم السلام علی النبی۔ ابوعوانہ کی روایت ہے بخاری کی روایت میں جو اُس کے مقابل ہے الفاظ نہیں۔ بلکہ یہ صرف راوی کی خوش فہمی کا نتیجہ ہے اور اس قول میں بھی دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ جس طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری حیات میں کہتے تھے۔ اب بھی اسی طرح کہتے ہیں۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ ہم نے خطاب کو چھوڑ دیا جب الفاظ میں احتمال پیدا ہوگیا تو دلالت نہ رہی بات بھی یہی مسلّم معلوم ہوتی ہے کہ راوی نے روایت کرتے وقت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کو نہ سمجھتے ہوئے اپنا عندیہ پیش کر دیا۔ ورنہ کہاں نبی علیہ السلام کی تعلیم اور کہاں صحابہ کرام کا اپنا اجتہاد۔

اعتراض

اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم واقعی "السلام علیک ایہا النبی" کے پیش کردہ استدلال کی رُو سے حاضر وناظر ہوتے تو ایک تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کا جو نمازی ہونے کے ساتھ عربی النسل بھی تھے۔ اور ضمیر خطاب وغیرہ کے محل وقوع اور موقع استعمال سے بخوبی واقف تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فیضِ صحبت کی برکت سے بخوبی واقف تھے۔ اور قرآن پاک وحدیث شریف کے مطالب کو اچھی طرح سمجھ سکتے تھے۔ یہ عقیدہ ہونا چاہیے تھا کہ حضور پُرنور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر

جگہ حاضر و ناظر ہیں۔ اور دوسرے خود جناب رسول اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اگر دوسروں سے نہیں تو صحابہ کرام جو نمازی تھے اچھی خاصی واقفیت ہونی ضروری تھی۔ لیکن قرآن کریم اور حدیث کا علم رکھنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ کسی صحابی کا یہ عقیدہ نہ تھا۔

جیسا کہ حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت حفصہ، حضرت عائشہؓ، حضرت رفاعہ اور حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ اجمعین وغیرہ کے واقعات ہم قرآن کریم اور صحیح احادیث سے عرض کر چکے ہیں۔ اور حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے الفاظ بھی نقل کر دیئے گئے ہیں۔ اب اعادہ کی ضرورت نہیں۔

غرضیکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین السلام علیک بھی پڑھتے تھے لیکن ان کا حاضر و ناظر کا عقیدہ نہ تھا۔

الجواب یہ دہابی کی اپنی من گھڑت دلیل ہے اور اپنے ہی گھر کا قیاس اور صحابہ کرام پر بدگمانی ہم نے دلوں کے چین "میں سینکڑوں صحابہ کرام کا عقیدہ واضح کیا ہے کہ وہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر مانتے تھے۔ اور حاضر و ناظر کا وہ طریق نہیں جو دہابی نے اپنی حماقت سے سمجھا اور اہل سنت کو بدنام کرنے کی سعی خام کی۔ بلکہ وہ طریقہ جو مذکورہ کتاب کے مقدمہ میں فقیر نے اہلسنت کا عقیدہ لکھا لکھا۔ یہاں تک کہ دہابی کے اعتراضات کی تفصیل تھی جو کہ اس نے کچھ اپنے من گھڑت کچھ اپنے اکابر کی پونجی جمع کی جسے فقیر نے صرف ایک ہی چٹکی سے اس کے تمام خانہ کو خراب کر کے رکھ دیا۔

اب چند ایک اور اعتراضات لکھ دیتا ہوں جو دہابی کو معلوم نہیں تھے ان سے ایک طرف تو مخالفین کے علم میں اضافہ ہوگا۔ دوسری طرف آئندہ نسل کے پاس دلائل کے انبار جمع ہو جائیں گے۔ تاکہ بعد میں کوئی بد باطن نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اعتراض کرے تو فقیر

کی یہ تحریر اُس کے دانت توڑ سکے۔

اعتراض السلام علیک ایہا النبی کا خطاب حاضر کے لئے نہیں۔ بسا اوقات ہم کسی کو پکارتے ہیں لیکن جسے پکارا جاتا ہے اُس کو اس کا علم تک بھی نہیں ہوتا۔ مثلاً کہا جاتا ہے "یا زیداہ واجیلاہ، واویلا وغیرہ۔
کذا قال انور الکشمیری فی العرف الشذی فی تقریرات الترمذی

الجواب قاعدہ ہے جب کوئی بات کسی کی آرزو و تمنا کے خلاف نکلے تو اُسے درد اور سخت دکھ پہنچتا ہے۔ اور درد و الم میں سب معاملے بھول جاتا ہے۔ جیسے دیوبندیوں کے کشمیری صاحب کے ساتھ ہوئی کہ کثرت مطالعہ سے جب حدیث کی ہر شرح اور فقہ کی ہر کتاب کو دیکھا کہ ہر بزرگ فرما رہا ہے کہ التحیات کے وقت "الحبیب فی حرم الحبیب حاضر" تو شاہ صاحب رو پڑے کہ ہائے افسوس! ؎

شومیٔ قسمت کہ کوئی بھی ہمارا نہ ہوا

اور ایسے روئے کہ پھر اُنہیں پتہ نہ چل سکا کہ ندبہ کیا ہوتا ہے اور نداء کیا۔ بھلا بتلائیے کہ "السلام علیک ایہا النبی" ہم نماز میں پڑھتے ہیں۔ یا نبی علیہ السلام پر روتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ دیوبندی ضرور روتے ہوں گے۔ کہ کاش یہ کلمہ نماز میں نہ ہوتا تاکہ سنیوں کے داؤ سے بچ جاتے لیکن اب روئیں چلائیں۔ کچھ کریں، اللہ تعالیٰ نے تو التحیات میں یہ سب الفاظ واجب فرما دیئے۔

پھر شاہ صاحب کی جہالت تو دیکھو کہ ندبہ میں "یا" بمعنے "وا" ہے اور مجاز ہے اصل یاء کا نداء ہے لیکن دشمنان نبی علیہ السلام بھی بے چارے

مجبور ہیں کہ جس طرح کسی کی محبت میں کسی کا عیب بھی حسن نظر آتا ہے۔ اسی طرح بغض و عناد میں اگر حسین وجمیل کو قبیح المنظر اور کریہہ الشکل سمجھنا پڑتا ہے

اعتراض یہ امر تعبدی ہے یعنی اسی طرح منقول ہوا ہے۔ فلہذا ہمیں اسی طرح عمل کرنا چاہیے۔

الجواب امر تعبدی ہونے سے کام نہیں چلتا۔ اس لئے کہ خطاب جائز رکھنے کی روایت تو موجود ہے۔ آپ یہ کہیں دکھلا دیں۔ کہ کسی حدیث شریف یا آیت میں لکھا ہو کہ اس خطاب سے اصل خطاب مقصود نہیں بلکہ تعیبت مطلوب ہے۔ اگر کسی مرد میدان کے پاس تصریح موجود ہو تو پیش کرے ورنہ قیامت کی سختیاں سر پر ہیں۔ یا تو توبہ کر کے صحیح راہ حاصل کرلیں۔ ورنہ جہنم کا ایندھن بننے کے لئے ابھی سے تیاری کرلیں۔

اقترب للناس حسابھم وھم فی غفلۃ معرضون ط

تفصیلی جوابات وہی ہیں جو خطاب حکائی کے ہیں۔

اعتراض یہ نداء عاشقانہ ہے مثلاً

خطرتم علی النوم وھو محلل

وحللتم التعذیب وھو حرام

ترجمہ: تم نے مجھ پر نیند حرام کر دی۔ حالانکہ وہ حلال تھی اور حلال کر دیا تعذیب کو حالانکہ وہ حرام ہے۔

زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق میں خطاب کیا

کہ اے پاکیزہ گوہر از چہ کانی	کہ از تو دارم ایں گوہر فشانی
دلم بردی و نام خود نہ گفتی	نشانے از مقام خود نہ گفتی

ترجمہ: اے پاکیزہ گوہر تو کس کان سے ہے کہ تیرے سبب سے میں یہ رونا روتی ہوں۔ تو میرا دل تو لے گیا۔ اور اپنا نام نہ بتایا اور نہ ہی اپنے مقام اور جگہ کا کوئی پتہ بتلایا۔

اسی طرح بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ عاشقانہ ندا سے حاضر و ناظر کا ثبوت نہیں ملتا۔

جواب حقیقی خطاب تو وہی ہے جو مخاطب کو حاضر سمجھ کر بات کرے۔ باقی جتنے خطاب ہوتے ہیں۔ وہ سب مجازی۔ اور یہ امر مسلّم ہے۔ کہ حقیقت کے استعمال کے لئے کسی قرینہ کی حاجت نہیں ہوتی۔ البتہ مجاز کے لئے قرائن لازمی ہوتے ہیں۔

دوسرا قاعدہ ہے کہ جب کوئی قرینہ نہ ہو تو وہاں حقیقت پر عمل کرنا لازمی ہوتا ہے۔ جیسے امر کے سولہ معنے ہوتے ہیں۔ اس میں حقیقی معنے امر کا وجوب ہے۔ اور وجوب کے لئے قرائن کی حاجت نہیں۔ بخلاف دوسرے معنے کے کہ اُن کے لئے قرائن کی ضرورت ہے اور جب قرائن نہ ہوں تو وہی معنےٰ وجوب کا لینا ضروری ہوتا ہے۔ بعینہ یہی بات عاشقانہ اشعار میں ہے۔ کہ متکلم و مخاطب کی استعداد کے مطابق اشعار ہوتے ہیں۔

اور پھر محض عشق اور ہے اور عبادت الٰہیہ اور۔ ہم نبی پاک صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو عرض کرتے ہیں تو محض عشق نہیں بلکہ ان کلمات سے عبادت مطلوب ہوتی ہے۔

اور عبادت کا حکم قیاس سے متعلق نہیں۔ صحیحہ نصوص و روایات فقہیہ سے ثابت ہے اور گذشتہ مضامین شاہد ہیں کہ یہ کلمات عبادت میں سے ہیں۔

اعتراض یہ ندا، دعائیہ ہے مثلاً سیرت حلبی میں ہے کہ ایک دفعہ ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہٗ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دورِ خلافت

ہیں مسجد نبوی (علیٰ صاحبہ السلام) میں تشریف لائے۔ تو مسجد شریف میں کثرت سے چراغ روشن دیکھ کر خوش ہوئے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غائبانہ مخاطب ہو کر یوں دعا فرمائی۔

نورت مساجدنا نور اللہ قبرک یا ابن الخطاب

اے عمر ابن خطاب تو نے ہماری مسجدوں کو روشن کیا اللہ تیری قبر کو روشن کرے

جسطرح یہ نداء دعایا ہے اور اس میں حاضر و ناظر مقصود نہیں۔ اسی طرح "السلام علیک ایہا النبی" میں بھی صرف دعا مقصود ہے اور حاضر و ناظر کا صرف نظریہ بریلویہ ہے اور بس۔

جواب قاعدہ مسلمہ شرعیہ ہے۔ کہ ایک مسئلہ کی صرف ایک علت نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک امر کے علل متعددہ بھی ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ نور الانوار، توضیح، تلویح و دیگر اصول فقہ میں مفصل اور طویل ابحاث موجود ہیں۔

بنابریں اگر "السلام علیک ایہا النبی" میں ایک علت دعا ہے اور دوسری علت حاضر و ناظر مان کر بھی یہ معروض پیش کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مفصل مضامین سابقہ بیانات میں موجود ہیں۔

ان کے علاوہ خطابات کے اور بھی اقسام ہیں۔ جو اس بحث سے متعلق نہیں۔ اگر شوق مطالعہ ہے تو فقیر کے رسالہ "یارسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کہنے کا ثبوت" دیکھئے۔

دیوبندیوں کا ایک ناپاک مقصد

دیوبندیوں کا مقصد نہ صرف اتنا ہے کہ "بوقت السلام علیک ایہا النبی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر و ناظر نہ سمجھا جائے۔ بلکہ اُن کا یہ عقیدہ ہے کہ نماز کے کسی بھی مقام پر حضور علیہ السلام کا خیال آ جائے تو بیل گدھا

اور اپنی بی بی کی مجامعت کے خیال سے بدتر ہے۔ ملاحظہ ہو۔

بمقتضائے ظلمات بعضہا فوق بعض از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر ست و صرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ و خر است کہ خیال آں بالتعظیم و اجلال بسویدائے دل می چسپد بخلاف خیال گاؤ خر کہ نہ آں قدر چسپیدگی میبود و نہ تعظیم بلکہ مہان و محقر میبود و ایں تعظیم و اجلال غیر کہ در نماز ملحوظ و مقصود میشود بشرک میکشد (صراط مستقیم ص۹۵)

عبارت مذکورہ پر امام اہلسنت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ کا تبصرہ

مسلمانو! خدارا ان ناپاک ملعون شیطانی کلموں کو غور کرو۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے۔ کسی فاحشہ، رنڈی کے تصور اور اُس کے ساتھ زناء کے خیال سے بُرا ہے۔ اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔

ہاں واقعی رنڈی نے تو دل نہ دکھایا۔ گدھے نے تو کوئی اندرونی صدمہ نہ پہنچایا۔ ہاں تو محمد رسول اللہ صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھایا کہ قرآن عظیم و خاتم النبیین پڑھ کر تازی بتوں کا دربار جلایا۔

اُن کا خیال آنا کیوں نہ قہر ہو۔ اُن کی طرف سے دل میں کیوں نہ زہر ہو مسلمانو! للہ انصاف! کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان یا قلم سے نکلنے کا ہے۔

حاش للہ پادریوں، پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں، مشرکوں کی کتابیں دیکھو۔ جو اُنہوں نے بزعم خود اسلام۔ جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں۔ شاید اُن میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے۔ کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی اور سچے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھے ہوں۔ کہ اُنہیں مولفنہ دنیا کا اندیشہ ہے مگر اِس مدّعی اسلام اور مدّعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اُس نے کس جگرے سے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح دشنام کے لفظ لکھ دیئے اور روز آخر اللہ عزیز غالب قہار کے غضب عظیم و عذاب الیم سے اصلاً اندیشہ نہ کیا مسلمانو! تو کیا اِن کتابوں کی محمد رسول اللہ صلے اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ ہوئی یا مطلع ہو کر ان سے اُنہیں ایذا نہ پہنچی۔ ہاں ہاں واللہ! واللہ! اُنہیں اطلاع ہوئی۔ واللہ! واللہ اُنہیں ایذا پہنچی۔ واللہ واللہ اُنہیں جو ایذا دے اُس پر دنیا و آخرت میں جبّار و قہار کی لعنت اُس کے لئے سختی کا عذاب اشہرت کی عقوبت، آیت۔

ان الذین یوذون اللہ ورسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والاٰخرۃ اعدلھم عذابا مھینا۔

بے شک جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو اُن پر اللہ نے لعنت فرمائی دنیا اور آخرت میں اور اُن کے لئے بنا رکھا ہے ذلّت والا عذاب

والذین یوذون رسول اللہ لہم عذابٌ الیم ٥

جو ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول کو اُن کے لئے دکھ کی مار ہے۔

مسلمانو! پھر ان مقتدیوں کا ایمان دیکھئے۔ ایمان کی آنکھ پر ٹھیکری رکھ کر، اسلام کے کان میں انگلیاں دے کر یہ کچھ دیکھتے یہ کچھ سنتے ہیں اور پھر بھی ویسا ہی امام کا امام، یہ اُس کے چیلے بیدام کے غلام سبحان اللہ یہ حرکات اور اسلام کا نام۔ مسلمان وہ ہیں جنہیں قرآن عظیم

فرماتا ہے۔

لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاٰخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدیھم بروح منہ

ترجمہ تو پائے گا اُن لوگوں کو جو مانتے ہیں اللہ اور پچھلے دن کو کہ محبت رکھیں اُس سے جس نے ضد باندھی اللہ اور اُس کے رسول سے۔ اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔ یہ لوگ ہیں کہ نقش کر دیا اللہ نے اُن کے دِلوں میں ایمان اور مدد فرمائی اُن کی اپنی طرف کی روح سے۔

وہابی صاحبو!

مسلمان بننا چاہتے ہو تو حضور پر نُور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت سویدائے دِل کے اندر جاؤ۔ جو اُن کی جناب عالم مآب میں گستاخی کرے۔ اگر تمہارا باپ بھی ہو الگ ہو جاؤ۔ جگر کا ٹکڑا ہو دشمن بناؤ بہزار جان زبان وصد ہزار دل اُس سے تبری کرو تحاشی کرو۔ اُس کے سایہ سے نفرت کرو۔ اُس کے نام محبت پر لعنت کرو۔ ورنہ اگر دوسرا انہیں اللہ ورسول سے زیادہ عزیز ہے تو اسلام کا نام لیئے جاؤ۔

عقیدت اور چیز ہے وائے بے انصافی۔ اگر کوئی تمہارے باپ کو گالی دے تو اُس کے خون کے پیاسے رہو۔ صورت دیکھنے کے روادار نہ ہو بس پاؤ تو کچا نگل جاؤ وہاں تو نہ تاویلیں نکالو نہ سیدھی بات کو ہیر پھیر میں ڈالو! اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت وہ کچھ سنو اور آنکھ میلی نہ کرو۔ بلکہ اُس کی امامت اور پیشوائی کا دم بھرو۔ ولی جانو۔ امام مانو جو اُس کی برائیاں بیان کرے۔ بجائے اُس کی تحقیق

کرنے کے اُلٹی اُس سے دشمنی اُٹھاؤ بدکلام کی بات میں سو سو طرح کے پیچ نکالو۔ رنگ برنگی تاویلیں ڈھالو۔ جیسے بنے اُس کی بگڑی سنبھالو۔ اُس کی حمایت میں عظمت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پس پشت ڈالو۔ کیا یہی ایمان ہے؟ کیسا اسلام ہے۔ کیا اسلام اسی کا نام ہے۔ ؎

اے راہ رو پشت بمنزل هشدار

مزہ یہ ہے کہ وہ خود تمہاری ساری بناوٹوں کا دریا جل گیا۔

تقویۃ الایمان

یہ بات محض بے جا ہے کہ ظاہر میں لفظ بے ادبی کا بولئے اور اُس سے کچھ اور معنے مراد لیجئے۔ معما اور پہیلی بولنے کی اور جگہ ہے کوئی شخص اپنے باپ یا بادشاہ سے جگت نہیں بولتا۔ اُس کے واسطے دوست آشنا ہیں نہ باپ اور بادشاہ اور انصاف کیجئے تو اِس کھلی گستاخی میں کوئی تاویلوں کی جگہ بھی نہیں۔

میں جانتا ہوں تم یوں نہ سمجھو گے۔ ذرا اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر دیکھو۔ اور آنکھیں بند کر کے بہ نگاہ انصاف غور کرو اگر کوئی وہابی اپنے باپ کی نسبت کہے کہ تیرے کان گدھے کے سے ہیں۔ تیری ناک بجو کی سی ہے۔ تو کیا اُس نے اپنے باپ کو گالی نہ دی یا کوئی سعادت مندی دکھائی یا اپنے بدلگام مصنوعی امام کی نسبت کہے کہ اُن کی آواز کتے کے بھونکنے سے مشابہ تھی۔ اور اُن کا دہن شریف سوئر کی تھوتھنی سے ملتا تھا تو تم اُسے کیا سمجھو گے۔ کیا اپنے طائفے میں رکھو گے۔ یا بسبب گستاخی پیشوا ذات سے باہر کر دو گے۔ اب تمہیں ظاہر ہو گا کہ وہ خبیث بد دین ہے جو

ہمارے عزت والے رسول دوجہاں بادشاہ عرش بارگاہ عالم پناہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت وہ لعنتی کلمے لکھے۔ جنہوں نے ہمارے اسلامی دلوں پر تیر و خنجر سے زیادہ کام کیا۔ پھر ہم اُسے اپنے سچے پکے اسلامی گروہ میں کیوں کر داخل کر سکتے ہیں۔

ذرا یہ فرق بھی دیکھتے جاؤ کہ ہم نے جو نظریں دیں اُن میں صرف تشبیہ پر قناعت ایسی ہے تو بدرجہا بدتر بتانے میں مسلمانوں کا کیا حال ہوا ہوگا۔

الا لعنة الله علی اعداء رسول الله وصلی الله علیه وسلم وعلی رسوله وبارك وسلم

مسلمانو! اور ذرا اِس ناپاک وجہ کو خیال کرو۔ (خاکش بدھن) یہ بدرجہا بدتر بتانے میں بدتر ہونا اِس لیئے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال آیا تو عظمت کے ساتھ آئے گا۔ اور گدھے کا حقارت سے تو نماز میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تصور آنا اِس شرک پسند کے نزدیک شرک تک پہنچائے گا۔

الحمدللہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی

اقول! عظمت تو رفیع الدرجات ذوالعرش جل وعلا کی بنائی ہوئی ہے کِسی کافر یا کافر منش کے مٹانے سے نہ مِٹے گی۔ چودہویں رات کے چاند کا چمکتا نور کہیں کتوں کے بھونکنے سے کم ہُوا ہے۔

مہ فشاند نور و سگ عو عو کند
ہر کسے بر خلقت می تند

اِس شخص کے نزدیک نماز میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خیال آنا موجب شرک ہے کہ وہ جب آئے گا۔ عظمت کے ساتھ آئے گا۔

گمروالسند العظیم کہ شریعت رب العرش الکریم میں نماز بے ان کے خیال با عظمت وجلال کے ناقص ہے اس سے کہو کہ اپنے شریکوں کو جمع کرے اور قہروالے عرش کے مالک سے لڑائی لے۔ کہ تو نے کیوں ایسی شریعت بھیجی جس نے نماز کی ہر دو رکعت پر التحیات واجب کی اور اس میں

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته۔ اشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ

عرض کرنا لازم کیا۔

مسلمانو! کیا ان کے پڑھنے کا حکم محمد رسول اللہ تعالیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف خیال کرنے کا حکم نہ ہوا۔ بے شک ہوا۔ اور واقعی اُن کا خیال مبارک مسلمان کے دل مبارک میں جب آئے گا۔ عظمت وجلال کے ساتھ آئے گا۔ کہ اُس کا تصور اُن کے پاک مبارک تصور اور عرض سلام تو خاص بغرض ذکر والاکرام ہی تو ہے۔ تو یہاں نہ صرف اُن کے خیال بلکہ خاص نماز میں اُن کے ذکر وتعظیم کا صریح ہے

ان المنافقین لا یعلمون ۔ احیاء العلوم لکھنؤ ج۱ ص۹۱

احضر فی قلبك صلے الله علیه وسلم وشخصه الكریم وقل سلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته

ترجمہ التحیات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضور پاک کی صورت پاک کا تصور باندھ اور عرض کر۔

السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبركاته

میزان امام شعرانی مطبوعہ مصر ص۱۳۹ و ص۱۴۰

سمعت سیدی علیا الخواص رحمة الله تعالیٰ یقول انما امر الشارع المصلی بالصلوٰة والسلام علی رسول الله صلے الله علیه وسلم فی التشهد لینبه الغافلین

فی جلوسھو بین یدی اللہ عزوجل علی شھود
بینھم فی تلک الحضرۃ فانہ لایفارق حضرۃ اللہ تعالیٰ
ابدا فیخاطبونہ بالسلام مشافۃ

ترجمہ میں نے اپنے سردار علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ کو فرماتے سُنا کہ شارع نے نمازی کو تشہد میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اِس لیے حکم دیا۔ کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں اُنہیں آگاہ فرمادے کہ اِس حاضری میں اپنے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھیں۔ اِس لیئے کہ حضور کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ پس بالمشافہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کریں

حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مطبع صدیقی ص۲۱

اختار بعد السلام علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم تنویھا
بذکرہ واثباتا الاقرار برسالۃ واداء لبعض حقوقہ

ترجمہ:۔ پھر اُس کے بعد التحیات میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر سلام اختیار کیا۔ اُن کا ذکر پاک بلند کرنے کو اور اُن کی رسالت کا اقرار ثابت اور اُن کے حقوق سے ایک ذرّہ ادا کرنے کے لیئے۔

اولیائے کرام نے اِس عرض سلام کی جو حکمت ارشاد فرمائی ہے اُسے مواہب لدنیہ وغیرہ آئمہ کی کُتب سے نقل کروں۔ اِس سے بہتر ہے کہ اِن غیر مقلدوں کے امام آخر زمان نواب صدیق حسن خان بھوپالی کی کتاب سے سناؤں کہ اُپر اشد وسخت تر ہے۔

آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں و قرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات درحالت عبادات و نورانیت و انکشاف دریں محل بیشتر و قوی تر است و بعضے از عُرفا، قدس سرّہ گفتہ

ایں خطاب بجہت سریان حقیقت محمدیہ است علیہ الصلوٰۃ والسلام در ذرار موجودات وافراد ممکنات پس در ذوات مصلیان موجود وحاضر ست۔ پس مصلی باید کہ ازیں معنے آگاہ باشد وازیں شہود غافل نہ بود تا انوار قرب واسرار معرفت منوّر دفائز گردد۔ آرے ؎

دررہ عشق مرحلہ قرب وبعد نیست

مے بینمت عیاں ودعا مے فرستمت

اس عبارت میں نواب بہادر فرماشتی شرکوں کے ابنار لگا گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدے سے نمازی نماز میں غافل نہ ہو۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہر نمازی کی ذات بلکہ ہر ذرہ ممکنات میں موجود وحاضر ہیں۔ دو شرک۔

مگر یہ کہیئے کہ سلطنتوں میں بڑے لوگوں کو تین خون معاف ہوتے تھے گورنمنٹ وہابیت سے نواب بہادر کو تین شرک معاف ہیں۔

ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم

اسی طرح

وعلی عباد اللہ الصالحین

کیا شرک سے بچ رہے گا کہ افتان آں از مغطین سب کو شامل۔

مسلمانو!

کیا ہر نماز کے ختم پر درود شریف پڑھنا سنت نہیں۔ اور حضرت امام شافعی وحضرت امام احمد رضی اللہ عنہما کے خیال با عظمت وجلال سے اتفاق کیونکر ممکن۔

مسلمانو!

ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا ہمارے نزدیک امام ومنفرد پر واجب اور ان غیر مقلدوں وہابیوں کے یہاں سب پر فرض ہے۔ اُن سے کہو

اس میں سے صراط الذین انعمت علیھم نکال ڈالیں۔
یعنی راہ اُن لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ جانتے ہو وہ کون ہیں
ہاں قرآن سے پوچھو وہ کون ہیں۔

اُولٰئک الذین انعم اللہ علیھم من النبیّن والصّدّیقین
والشہداء والصالحین

جن پر خدا نے انعام کیا وہ انبیاء، صدّیق، شہداء اور نیک لوگ ہیں
جب

صراط الذین انعمت علیھم

پڑھ کر اُن کی راہ مانگی جائے گی ضرور عظمت کے ساتھ اُن کا خیال
آئے گا۔ اور وہ اُس کے نزدیک شرک ہے تو الحمد میں سے اس شرک
کے دُور کرنے کی کوشش کریں۔ صرف

غیر المغضوب علیھم والضالین

یاد رکھیں کہ انبیاء، صدیقین کی جگہ نماز میں یہود و نصاریٰ کی یادگاری
رہے۔ بلکہ

اھدنا الصراط المستقیم۔

بھی رکھنے کے قابل نہیں حدیث میں اُس سے رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما لیئے گئے ہیں۔

"فتح الخبیر" شاہ ولی اللہ دھلوی مطبوعہ مصر ۱۵ھ ص ۳

الصراط المستقیم کتاب اللہ وقیل رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم وصاحباہ۔

مسلمانو!

سوا قرآن عظیم کی کسی صورت کا نماز میں تلاوت کرنا اس وہابی شرک
سے نہ بچے گا۔ جن سورتوں میں حضور پر نور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ

یا دیگر انبیاء کرام یا ملائکہ عظام یا صحابہ کبار یا مہاجرین و انصار یا متقین و محسنین و عباد اللہ الصالحین کی صریح تعریفیں ہیں۔ اُن کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ یونہی وہ بھی جن میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے قصص مذکور ہیں کہ اُن کا تصور حیب آئے گا۔ عظمت سے آئے گا۔ جس کا اس شخص کو خود ہی اقرار ہے

اِن کے سوا گنتی ہی کی صورتیں حضور اکرم و اقدس محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر صریح سے خالی ہوں گی۔ اور کچھ نہ ہوں تو کم از کم حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خطاب ہوں گے۔ جیسے چاروں قل تبت میں کھلا ہوا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے کہ اُس کی تلاوت میں ضرور خیال جائے گا۔ کہ یہ بھاری انتقام اللہ عزوجل کس کی طرف سے لے رہا ہے یہ سخت غضب الٰہی کس کی جناب میں گستاخی کرنے پر اُتر رہا ہے۔

لایلٰف قریش میں اگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا صراحۃً ذکر نہیں تو کعبہ معظمہ کا تو ذکر ہے اور وہ بھی کمال تعظیم کے ساتھ کہ اپنی ربوبیت کو اُس کی طرف اضافت فرمایا۔ اُس کا ذکر کب بے عظمت آئے گا

بنظر ظاہر صرف سورۃ تکاثر اِس عالمگیر وبا سے بچے گی۔ باقی تمام و کمال ہر سورت کی تلاوت شرک میں ڈالے گی۔ پھر تکاثر بھی بچی تو صرف شرک سے۔ معصیت یا کراہت سے اُسے بھی نجات نہیں۔ کہ مقابر و جحیم و اموال و نعیم کا خیال اُس میں بھی رکھا ہوا ہے۔ یہ عظمت کے ساتھ نہ آکر خیال انبیاء و اولیاء کے شرک میں نہ ملا تو خیال گاؤ خر کی قباحت میں تو شریک ہوگا۔ تف ہزار تف ایسے ناپاک اختراع پر۔

مسلمانو!

میں صرف نماز ہی میں گفتگو کرتا ہوں۔ نہیں نہیں اِس کے علاوہ بیرون نماز میں بھی قرآن عظیم کی تلاوت شرک ہے۔ کیا فقط نماز ہی عبادت ہے نفس تلاوت عبادت نہیں۔ کیا اِس عبادت میں شرک روا ہے؟ حاشا للہ

کسی عبادت میں روا نہیں اور قرآن کی سورتیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نعت اُن کے ذکر اُن کے بیان کی تعظیم و تکریم سے گونج رہی ہیں۔ تو عبادت تلاوت بے تصور عظمت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کیونکر متصور۔ تو اِس چوپائی مشرک سے کدھر مفر۔ غرض اِس دُشنام صریح سے قطع نظر یہ وجہ قبیح خود مجموعہ صدہا کفریات و فضائح ہے۔

مسلمانو!

تم نے دیکھا کیسی خبیث و ناپاک وجہ کے حیلے سے اِس شخص نے تمہارے پیارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اور ہنوز دعویٰ اِسلام باقی۔ سبحان اللہ یہ منہ اور یہ دعویٰ۔

رب انی اعوذبک من ھمزات الشیطٰن واعوذبک رب ان یحضرون

تنبیہ

میں نے اِس کفریہ کی تفضیح و تقبیح کو ذرا اپنے قلم سے وسعت دی کہ یہ مقام اُس شخص کی اشد شقاوت کا تھا اور میں نے دیکھا کہ ہمارے علماء نے یہاں کلام کو کامل رنگ تفصیل دیا ہو۔

فقط

الفقیر القادری محمد فیض احمد اُویسی۔

غفرلہٗ

بلال پرنٹنگ ایجنسی محلہ امیر آباد گلی نمبر ۳ نزد ضلع کچہری ملتان

ہماری مطبوعات

فنا و بقا

شیعہ فرقے

کریما

دیوبندی بریلوی فرق

شہد سے میٹھا نام محمد

ابواب الصرف

عطا نامہ

مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

بلال پرنٹنگ ایجنسی گلی ۳ محلہ امیر آباد
نزد ضلع کچہری ملتان